قیادت اور ہلاکتِ اقوام

(تاریخ ، اسباب ، مقاصد اور طریقہ کار)

خلیل الرحمٰن چشتی

سلسلۂ تعلیماتِ قرآن و سنت : 30
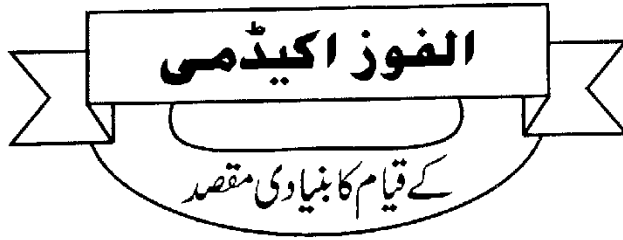
کتاب وسنت کی خالص ، ٹھوس ، مستند اور اساسی تعلیمات ، جدید طریقہ ہائے تدریس کے ذریعے ، تعلیم یافتہ افراد تک پہنچانا ہے۔

الفوز اکیڈمی ، ایک غیر سیاسی اسلامی تربیت گاہ ہے۔ یہاں قرآن کی زبان ، اور قرآنی علوم کے علاوہ ، اُصولِ حدیث، اُصولِ فقہ اور متفرق موضوعات پر فہم دین کے لیکچرز کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

اکیڈمی ، مختلف کورسز کے ذریعے ، جدید تعلیم یافتہ طبقے کی فکری ، اور عملی تربیت کرتی ہے تاکہ وہ فرقہ پرستی سے بالاتر ہوکر ، دینِ حنیف کی تبلیغ کریں اور دعوتِ دین کو ، اپنی زندگی کا نصب العین بنائیں۔ اکیڈمی اسلامی تعلیماتِ اُخوت سے ، لسانی ، نسلی، صوبائی اور دیگر گروہی تعصّبات کا خاتمہ کرکے ، باہمی اسلامی رواداری اور یکجہتی کی فضا قائم کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

Al-Fawz Academy

Between Golra & Police Foundation

Street 15, E-11/4, Golra, Islamabad

Tel 051-210-6783 Tel 051-211-2650

Fax 051-210-6366 Fax 051-211-2651

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قیادت اور ہلاکتِ اقوام

(تاریخ ، اسباب ، مقاصد اور طریقۂ کار)

خلیل الرحمٰن چشتی

الفوز اکیڈمی

Street# 15, Police Foundation, E-11/4, Islamabad

Tel: 051-210-6783 Tel: 051-211-2650

Fax: 051-211-2651

Email:chishti@apollo.net.pk

نام کتاب	:	قیادت اور ہلاکتِ اقوام
		(تاریخ ، اسباب ، مقاصد اور طریقہ کار)
ISBN	:	969-8511-18-0
مرتب	:	خلیل الرحمٰن چشتی
ناشر	:	الفوز اکیڈمی ، اسلام آباد
کمپیوٹر کیلی گرافی	:	وقاص خان
پہلا ایڈیشن	:	جنوری 2006ء
صفحات	:	200
قیمت	:	100/- روپے
طابع	:	منزل پرنٹر ، اسلام آباد

ملنے کا پتہ

1۔ **الفوز اکیڈمی**، E-11/4، اسلام آباد فون نمبر: 83 210-67 , 33 19 225-051

2۔ ادارۂ منشوراتِ اسلامی، بالمقابل منصورہ ، ملتان روڈ ، لاہور۔
فون نمبر: 84 05-784 - 042

3- النور ، لینڈ مارک پلازہ ، LGF ، شاپ نمبر 40 ، جیل روڈ ، لاہور۔
فون نمبر: 56 96-587 - 042

4- ادارۂ معارف اسلامی، D-35، Block 5، B-... ٹاؤن، کراچی
فون نمبر: 201-679 , 40 98-634-021

فہرستِ مضامین

فہرست نقشہ جات

ابتدائیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا ، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ ، وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ ، وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ، اَرْسَلَہٗ بِالْحَقِّ بَشِیْراً وَّ نَذِیْراً ۔

اَمَّا بَعْدُ ! فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ ،

وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مَحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ،

وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا ، وَکُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃ" ،

وَ کُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃ" ، وَ کُلَّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ ۔

3 رمضان 1426ھ ، مطابق 8 اکتوبر 2005ء کے زلزلے نے پاکستان کے عوام کو ہلا کر رکھ دیا۔ بڑے جھٹکے کے بعد ایک ہزار سے زیادہ چھوٹے زلزلے ریکارڈ کیے گئے ہیں۔ ان کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ مکان، ہوٹل اور ریسٹورنٹ زمین بوس ہوگئے۔ دریا خشک ہوگئے۔ مکان اور مکین زمین میں دھنسا دیے گئے۔ عہدِ قارون کی طرح خسف الارض کا مشاہدہ ہوا۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق تا حال 93,000 افراد لقمۂ اجل بن چکے ہیں اور کئی لاکھ زخمی ہیں۔ کئی ہزار معذور ہیں۔ بے شمار افراد اب بھی موت و حیات کی کشمکش سے دوچار ہیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن !

مرنے والوں میں بدکردار بھی تھے، نیک بھی تھے۔ بچے بھی تھے اور بوڑھے بھی۔ مرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔ ہمارے اخبارات کے کالموں میں یہ بحث چل پڑی ہے کہ یہ زلزلہ اور اُس کے نتیجے میں ہونے والی یہ ہلاکتیں ، عذاب تھیں یا آزمائش؟ تنبیہ تھی یا ایک زیرِ زمین فطری عمل؟ کتنوں نے اس سے عبرت اور نصیحت حاصل کی اور کتنے خرگوش ایسے ہیں ، جو اب بھی محوِ خواب ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہلاکت زلزلے سے بھی ہوسکتی ہے ، سیلاب سے بھی ، وباؤں اور بیماریوں سے بھی ہوسکتی ہے اور طوفانِ برق وباراں سے بھی۔

﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾ (الرحمٰن : 28)

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال میں مسلمانوں کو واضح الفاظ میں خبردار کیا ہے:

﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً﴾ (الانفال : 25)

''اور اُس فتنے سے ڈرو! جو صرف تمہارے ظالموں ہی کے لیے مخصوص نہیں ہوگا''

(بلکہ غیر ظالم اور معصوموں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گا)۔

ہلاکت اور موت ، تنبیہ بھی ہے ، سزا بھی ہے اور گرفتاری بھی:

ہلاکت اور موت کے بارے میں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ یہ محض سزا اور عذاب ہے، بلکہ یہ گرفتاری بھی ہے (یعنی Arrest of Activity)۔

موت اور ہلاکت دراصل مہلتِ عمل کے اختتام (End of Test Time) کا نام ہے۔

- مجرموں بدکردار فاسقوں اور بدعمل کافروں کو ہلاکت اور موت کے ذریعے ، مزید جرائم سے روک دیا گیا ہے۔ یہ موت ان کے لیے عذاب بھی ہے اور سزا بھی۔
- مومنین اور متقین کو ہلاکت اور موت کے ذریعے ، مزید امتحان وآزمائش سے بچالیا گیا ہے۔
- جولوگ اس عذاب سے محفوظ رہے ، اُن کے لیے یہ تنبیہ بھی ہے اور سامانِ عبرت بھی۔ اِن لوگوں کو توبہ واستغفار کے لیے یا پھر مزید نیکیاں کمانے کے لیے کچھ اور مہلت عطا کردی گئی ہے۔

عذاب وثواب کے مختلف مراحل:

یادر ہے کہ انسان کو عذاب ہو یا ثواب وراحت رسانی، دونوں کو دینے کے مختلف مرحلے ہیں:

1- بیماریوں اور خوشیوں کے ذریعے سے دنیا میں عذاب وثواب دیا جاتا ہے۔ بیماری کی تکلیف سے مومنین کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ آپ بیمار کی عیادت کے موقع پر کہتے ہیں۔

لَا بأس ! طَهُور" إِنْ شَاءَ اللّٰهُ .

"فکر نہ کیجیے! یہ بیماری اللہ نے چاہا تو آپ کو گناہوں سے پاک کر دے گی۔"

2- موت کے وقت یعنی عالمِ نزع میں ، عذاب یا ثواب کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

3- قبر میں عذاب وراحت کا انتظام کیا جاتا ہے۔

4- قیامت کے دن، عذاب بھی دیا جائے گا، اس کے برخلاف ہلکا حساب بھی لیا جا سکتا ہے۔

5- دوزخ میں عذاب دیا جائے گا اور جنت میں ثواب۔

ایک عجیب وغریب منطق!

یہ بات بھی کہی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے لاہور وکراچی والوں کو کیوں ہلاک نہیں کیا؟ مظفر آباد، مانسہرہ اور بالاکوٹ کے لوگ کیا ان سے زیادہ بُرے تھے؟

یہ ایک عجیب وغریب منطق ہے ، اِس طرح کی باتیں محض سطحی ہوتی ہیں۔ جس طرح ہر فرد کی موت کا وقت مقرر ہے اور اُس کی مہلتِ عمل موت کے وقت ختم ہو جاتی ہے ، اسی طرح ہر قوم کے لیے بھی ایک اجل ہے۔

﴿ وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ" ﴾ (یونس : 49)

جس طرح یہ سوال نہیں کیا جا سکتا کہ یہ آدمی بدکردار ہے اور اسے 80 سال کی طویل عمر کیوں دی گئی ہے؟ جب کہ یہ دوسرا آدمی نیک کردار تھا، اسے 40 سال میں کیوں ہلاک کیا گیا؟ اسی طرح قوموں کے بارے میں بھی یہ سوال نہیں کیا جا سکتا ہے کہ فلاں شہر کو پانچ سو (500) سال کی

مہلت کیوں دی گئی، جب کہ ہمیں صرف دوسو (200) سال کی مہلت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس اُس کا اپنا ٹائم ٹیبل ہے۔

آخرت کا عذاب ، دنیا کے عذاب سے زیادہ شدید ہوگا:

آفاتِ سماوی کے نتیجے میں ہونے والی ہلاکتوں کو عذابِ الٰہی سمجھنے والے بعض افراد ، اسے آخری اور حتمی سزا سمجھ لیتے ہیں، حالانکہ جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں ، یہ گرفتاری (Arrest of Activity) ہے اور مہلتِ عمل کا خاتمہ ہے۔ سورۃ القلم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ (القلم: 33)

''ایسا ہوتا ہے (دنیاوی عذاب) ! اور آخرت کا عذاب ، اس سے بھی بڑا ہوگا !
کاش ! یہ لوگ اس کو جانتے۔''

مسلمانوں کو بھی زمین میں دھنسایا جاسکتا ہے:

مسلمانوں کو بھی زمین میں دھنسایا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے منکرینِ تقدیر کے لیے خَسف و مَسخ کی پیش گوئی کی ہے۔ حدیث ترمذی میں ہے:

يَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ خَسْفٌ وَمَسْخٌ

''میری امت میں بھی، زمین میں دھنسا دیے جانے اور چہروں کو بگاڑ دیے جانے کا عذاب نازل ہوگا ،

وَذٰلِكَ فِي الْمُكَذِّبِيْنَ بِالْقَدْرِ. (ترمذی، کتاب القدر، باب 10، حدیث 2306)

اور یہ وہ لوگ ہوں گے ، جو تقدیر کو جھٹلائیں گے۔''

مسلمانوں پر عمومی عذاب نازل نہیں ہوگا:

ہمارا تعلق رسول اللہ ﷺ کی امت سے ہے۔ یہ آخری رسول کی آخری امّت ہے۔ لہٰذا اس آخری اُمّت کو عمومی عذاب سے دوچار نہیں کیا جائے گا۔ چھوٹے موٹے عذاب آتے رہیں گے، لیکن پچھلی قوموں کی طرح اسے مکمل طور پر نیست و نابود نہیں کیا جائے گا۔

صحیح مسلم کی روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی اُن کی امت کو عمومی ہلاکت سے دوچار نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دُعا قبول فرماتے ہوئے فرمایا:

یَا مُحَمَّدا! وَ اِنِّیُ اَعطَیتُ لِاُمَّتِکَ اَنُ لَا اُهلِکَهُمُ بِسَنَةٍ عَامَّةٍ

(صحیح مسلم ، کتاب الفتن و اشراط الساعة ، عن ثوبان ، حدیث 2889)

''اے محمد ﷺ ! میں نے تمہاری اُمت کے لیے یہ عہد کیا ہے کہ اس کو عمومی عذاب سے دوچار نہیں کروں گا۔''

زلزلے اور دیگر آفتیں کب آتی ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی ہے: جب معاشرے میں مندرجہ ذیل گناہ عام ہو جائیں گے تو زلزلوں اور دیگر آفتوں کا نزول شروع ہو جائے گا۔ حدیثِ ترمذی میں ہے:

اِذَا اتُّخِذَ الْفَیْءُ دُوَلًا ، وَالاَمَانَةُ مَغْنَمًا ،

جب مالِ فے کو ذاتی ملکیت سمجھا جانے لگے اور امانت کو مالِ غنیمت گردانا جائے ،

وَالزَّکَاةُ مَغْرَمًا ، وَتُعُلِّمَ لِغَیْرِ الدِّیْنِ ،

جب زکوٰۃ کو جرمانہ اور تاوان سمجھا جانے لگے ، جب ایسے علوم سیکھے جانے لگیں ، جو مقاصدِ دین سے متصادم ہوں،

وَاَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهُ ، وَعَقَّ اُمَّهُ ،

جب شوہر اپنی بیویوں کی اطاعت کرنے لگیں ، اور ماں کی نافرمانی کرے ،

وَاَدْنیٰ صَدِیْقَهُ وَاَقْصیٰ اَبَاهُ ،

جب آدمی دوست کو قریب کر لے اور والد کو دور کر دے ،

وَظَهَرَتِ الْاَصْوَاتُ فِیْ الْمَسَاجِدِ ،

جب مسجدوں میں لڑائی جھگڑوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں،

وَسَادَ الْقَبِيلَةَ فَاسِقُهُمْ ،

جب قوم کی سرداری ،اُن کے نافرمان اور بدعمل (فاسِق) لوگ کرنے لگیں،

وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ اَرْذَلَهُمْ ،

جب قوم کی قیادت ، قوم کے سب سے گھٹیا (اَرذَل) آدمی کے پاس آجائے،

وَاُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ ،

جب آدمی کی عزت ، محض اُس کے شر سے بچنے کے لیے کی جانے لگے ،

وَظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ ، وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ ،

جب ناچنے گانے والیاں اور آلاتِ موسیقی عام ہوجائیں ، جب شرابیں پی جانی لگیں ،

وَلَعَنَ آخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا ،

جب اِس امت کے لوگ ، اپنے پیش رولوگوں پر لعنت کرنے لگیں،

فَلْيَرْتَقِبُوا عِنْدَ ذٰلِكَ رِيحًا حَمْرَاءَ ، وَزَلْزَلَةً ،

تو پھر ایسے وقت انتظار کیجیے! سرخ ہواؤں کا اور زلزلوں کا ،

وَخَسْفًا ، وَمَسْخًا ، وَقَذْفًا ،

زمین میں دھنسا دیے جانے کے عذاب کا، چہروں کے بگاڑ دیے جانے کا،اور پتھروں کی بارش کا،

وَآيَاتٍ تَتَابَعُ كَنِظَامٍ بَالٍ قُطِعَ سِلْكُهُ فَتَتَابَعَ .

(ترمذی ، کتاب الفتن ، باب 38 ، حدیث 2372)

اور اُن نشانیوں کا انتظار کیجیے ، جو نظام کے بکھرنے کا لازمی اور منطقی نتیجہ ہوتی ہیں ، جیسے دھاگے کے ٹوٹنے سے ہار کے موتیوں کے بکھر جانا لازمی ہوتا ہے۔"

ذرا غور فرمائیے ! مندرجہ بالا باتوں میں سے کون سا پہلو ایسا ہے ، جس کے بارے میں ہم اطمینان سے کہہ سکیں کہ "ہم ان برائیوں سے پاک ہیں"؟ کیا ہم عذابِ الٰہی کی مختلف

صورتوں کو دعوت نہیں دے رہے؟

زلزلوں سے ہلاکتیں:

یہ وقت ہے ، ہمارے غور کرنے کا کہ ماضی میں زلزلوں سے کن کن قوموں کی ہلاکتیں ہوئی ہیں؟ اور اُن کے جرائم کیا تھے؟ کیا ہم میں بھی وہ جرائم پائے جاتے ہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو ہمیں توبہ کرکے اصلاحِ احوال کی کوشش کرنی چاہیے۔قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ قومِ ثمودؑ ، قومِ شعیبؑ اور بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو بھی زلزلے سے ہلاک کیا گیا۔

a- زلزلے سے قومِ ثمود کی ہلاکت:

﴿فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ﴾ (الاعراف : 78)

”آخر کار ایک دہلا دینے والی آفت (زلزلے) نے انہیں (قومِ ثمود کو) آلیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے کے پڑے رہ گئے۔“

b- زلزلے سے قومِ شعیبؑ کی ہلاکت:

﴿فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ﴾ (الاعراف : 91)

”آخر کار ایک دہلا دینے والی آفت (زلزلے) نے انہیں (قومِ شعیبؑ کو) آلیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے کے پڑے رہ گئے۔“

c- زلزلے سے دیدارِ الٰہی کا مطالبہ کرنے والے ستر افراد کی ہلاکت:

بنی اسرائیل کے بعض نادان لوگوں کے بے جا مطالبات پر بھی زلزلہ آیا۔

﴿فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّایَ﴾ (الاعراف : 155)

”جب ان لوگوں کو ایک سخت زلزلے نے آپکڑا تو موسیٰؑ نے عرض کیا: اے میرے مالک ! تو چاہتا تو پہلے ہی ان کو اور مجھے ہلاک کرسکتا تھا۔“

d- قومِ لوطؑ کی بستیوں کو بھی غالباً زلزلے ہی سے اوندھا کر دیا گیا:

﴿ جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا ﴾ (ھود : 82)

''ہم نے اس بستی کے عالی (بالائی سطح) کو سافل (نیچے) کر دیا''

معلوم ہوتا ہے کہ غالباً یہ بھی زلزلے ہی کی کوئی قسم تھی۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

ہمیں زلزلوں اور دیگر ناگہانی آفات سے پناہ مانگنا چاہیے:

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ناگہانی موت سے پناہ مانگنے کی دعا سکھائی ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ التَّرَدِّیْ وَالْهَدْمِ وَالْغَرَقِ وَالْحَرِيْقِ ،

''اے اللہ! میں کسی اونچی جگہ سے گر کر ، (زلزلے کی وجہ سے) انہدام سے ہلاک ہونے سے ، غرق ہوکر ، اور جل کر ہلاک ہونے سے تیری پناہ مانگتا ہوں''

وَأَعُوْذُ بِکَ اَنْ يَتَخَبَّطَنِیَ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ ،

''اور میں موت کے وقت ، شیطان کی گرفت سے پناہ مانگتا ہوں ،

وَاَعُوْذُ بِکَ اَنْ اَمُوْتَ فِیْ سَبِيْلِکَ مُدْبِرًا ،

میدانِ جہاد سے الٹے پاؤں بھاگ کر موت پانے سے پناہ مانگتا ہوں ،

وَاَعُوْذُ بِکَ اَنْ اَمُوْتَ لَدِيْغًا. (النسائی، کتاب الاستعاذۃ، باب 61، حدیث 5548)

اور کسی موذی جانور کے ڈسنے کی وجہ سے واقع ہونے والی موت سے پناہ مانگتا ہوں۔''

نااہل اور غیر اہل قیادت کا مسلط ہو جانا بھی ہلاکت کا سبب بنتا ہے:

زلزلوں کی کثرت قربِ قیامت کی دلیل ہے۔ حدیث بخاری میں ہے: تَكْثُرُ الزَّلَازِلُ

زلزلوں کی کثرت کے علاوہ ، قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ حکومت اور قیادت غیر اہل اور نااہل افراد کے ہاتھ میں آجائے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اِذَا وُسِّدَ الأمْرُ اِلیٰ غَیْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ .

(صحیح البخاری ، کتاب العلم ، حدیث 59)

"جب حکومت نااہلوں کے حوالے ہوجائے ، تو پھر قیامت کا انتظار کرو!"

ہماری اسلامی اجتماعیت:

پاکستان مسلمان اکثریت پر مشتمل ایک اسلامی ملک ہے۔ یہ اسلام کے نام پر قائم کیا گیا تھا۔ بدقسمتی سے یہ ملک، ایک صالح اسلامی قیادت سے محروم رہا ، جو کتاب وسنت کی اساسی تعلیمات کے ساتھ شعورِ عصر حاضر سے بھی روشناس ہوتی۔ بے علم، بے عمل اور فاسق سیاستدان عوام کا استحصال کرتے رہے، طالع آزما فوجی جرنیل اپنی ہوسِ اقتدار کو طول دیتے رہے۔ بنیادی حقوق پامال کیے گئے۔ سماجی اور معاشی ظلم ہوتا رہا۔ ایک ایک ادارے کو دیمک چاٹتی رہی۔ نظم وضبط، تقویٰ اور پرہیزگاری اور اختیارات کا حدود وقیود کے ساتھ استعمال خواب ہوتا گیا۔ انتظامیہ اور مقننہ سے لے کر عدلیہ تک کا ہر ادارہ اپنی وقعت کھوتا جارہا ہے۔ یہ وقت ہے ، اسلامی اجتماعیت کا ازسرنو جائزہ لینے کا!

یہ وقت ہے ، واعْتَصِمُوا بِحَبلِ اللّٰهِ جَمِیعًا کی عملی تعبیر کو اختیار کرنے کا۔

رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اُحد کا زلزلہ تھم گیا:

زلزلے تھم سکتے ہیں۔ اللہ کی رحمت جوش میں آسکتی ہے ، لیکن سوال یہ ہے کہ ہماری قوم کیا توبہ اور استغفار کے لیے تیار ہے؟ کیا ہمارے ہاں صدیقین، صالحین اور شہداء موجود ہیں؟ اور کتنے ہیں؟ کیا یہ قیادت کے مرتبے پر فائز ہیں؟

رسول اللہ ﷺ کے عہد میں بھی زلزلہ آیا ، اُس وقت آپ ﷺ اُحد پر تھے۔ آپ ﷺ کے حکم سے زلزلہ تھم گیا۔ صحیح بخاری میں ہے:

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَعِدَ اُحُدًا وَاَبُوبَکْرٍ وَعُمَرُ وَ عُثْمَانُ ،

"ایک مرتبہ رسول اللہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ احد پہاڑ پر چڑھے،

فَرَجَفَ بِهِمْ ،

کہ اچانک احد پہاڑ زلزلے سے ان افراد کے ساتھ ہلنے لگا ،

فَقَالَ : اُثْبُتْ اُحُدُ !

آپ ﷺ نے حکم دیا: اے اُحد! تھم جا !

فَاِنَّما عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ .

(بخاری ، کتاب فضائل الصحابة ، باب 6 ، حدیث 3719)

تجھ پر ایک نبی ، ایک صدِّیق اور دو شہید موجود ہیں۔"

اِستغفار سے قوموں کی مہلتِ عمل میں اِضافہ کر دیا جاتا ہے:

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ وہ گناہوں میں ڈوبے ہوئے بندوں کو توبہ اور استغفار کے لیے مزید مہلت بھی دیتا ہے ، تا کہ وہ اُس کی طرف پلٹیں اور دخولِ جنت کا استحقاق حاصل کر لیں۔ توبہ اور اِستغفار سے قوموں کو مزید مہلت مل جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں دعوت دیتا ہے:

﴿ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلَى اَجَلٍ مُسَمًّى ﴾ (ابراھیم : 10)

"اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو ، تمہارے گناہ بخشنے کے لیے اور تمہیں ایک وقتِ معین تک مہلت دینے کے لیے دعوت دے رہا ہے۔"

کاش! ہم، ہماری قیادت، ہمارے اربابِ بست و کشاد اور ہمارے حکمران، ان تنبیہات سے سبق حاصل کریں۔ انفرادی اور اجتماعی طور پر توبہ و استغفار کا اہتمام کریں۔ ہم اپنا قومی احتساب کریں کہ ہم سے کہاں کہاں غلطیاں ہوئی ہیں اور کہاں کہاں ہو رہی ہیں ؟ اصلاحِ احوال کی کیا صورت ہے؟

روزِ قیامت پورے کرۂ زمین پر زلزلہ ہوگا:

یہ زلزلے ہمیں قیامت کی یاد دلاتے ہیں۔ قیامت کے دن بھی تو زلزلہ ہوگا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہ زلزلے محلّی اور مقامی (Localized) ہوتے ہیں ، جب کہ قیامت کا زلزلہ پورے کرۂ ارض کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔

آخر ہم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ کیا ہمارا آخرت پر ایمان پختہ ہے یا دھندلا گیا ہے؟ قرآن قیامت کے زلزلے کی منظر کشی مختلف اسالیب سے کرتا ہے۔

a- ﴿ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴾ (الزلزال : 1)

”جب ساری زمین ، اپنی پوری شدت کے ساتھ ہلا ڈالی جائے گی۔“

b- ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ﴾ (الحج : 1)

”لوگو! اپنے رب کے غضب سے بچو ! حقیقت یہ ہے کہ قیامت کا زلزلہ بڑی (ہولناک) چیز ہے۔“

c- ﴿ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ﴾ (الواقعہ : 4)

”زمین اُس وقت (زلزلے سے) یکبارگی ہلا ڈالی جائے گی۔“

d- ﴿ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴾ (المزمل : 14)

”یہ وہ دن ہوگا، جب زمین اور پہاڑ (دونوں زلزلے سے) لرز اٹھیں گے اور پہاڑوں کا حال ایسا ہو جائے گا، جیسے ریت کے ڈھیر ہیں، جو بکھرے جا رہے ہیں۔“

e- ﴿ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴾ (النازعات : 6)

”وہ دن، جب ہلا مارے گا ، زلزلے کا جھٹکا۔“

f- ﴿يَوْمَ تَمُورُ السَّمَآءُ مَوْرًا﴾ (الطور : 9)

''وہ دن ، جب آسمان پوری طرح ڈگمگائے گا۔''

ہماری خارجہ پالیسی:

یہ وقت ہے ، خارجہ پالیسی کے جائزہ لینے کا۔ کیا ہم مسلمانوں کے قتلِ عام کے لیے طاغوتی قوتوں کے ساتھ ہر قسم کا تعاون نہیں کر رہے ہیں؟

مسلمان ملکوں کو آفاتِ الٰہی سے عبرت حاصل کرنا چاہیے۔ ترکی ، ایران اور انڈونیشیا کے بعد اب پاکستان میں زلزلے ہم سے کہہ رہے ہیں کہ ہم اسلامی اتحاد کے لیے سرگرمِ عمل ہو جائیں۔

امریکہ ، کینیڈا اور آسٹریلیا کی مختلف ریاستوں کے اتحاد کے بعد ، اب یورپین یونین کا اتحاد آخر ہمیں کیا سبق دیتا ہے؟ پاسپورٹ بھی ایک ہے ، کرنسی بھی ایک ، پچیس ملکوں کے تمام شہری ایک ملک سے دوسرے ملک میں کسی ویزا کے بغیر جاسکتے ہیں۔ مالیاتی ادارے اور بینک متحد ہیں۔ ہر فرد کی معاشی حالت کمپیوٹر کے ذریعے ہر ملک میں معلوم کی جاسکتی ہے۔ دوہرے ٹیکس سے بچنے کے لیے قوانین بنادیے گئے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا ستاون (57) آزاد مسلم ممالک بھی ایک بڑی اسلامی یونین کے تحت متحد ہو سکتے ہیں؟ کیا یہ ویزا کے بغیر دوسرے اِسلامی ملکوں میں جاسکتے ہیں اور حج اور عمرے کی سعادت حاصل کرسکتے ہیں۔ باہمی تجارت کو فروغ دے سکتے ہیں؟

ہماری تعلیمی پالیسی:

یہ وقت ہے ، تعلیمی پالیسی کے جائزہ لینے کا۔

تمام اسلامی ممالک کے لیے ضروری ہے کہ وہ انگریزی اور عربی دونوں زبانوں کی تعلیم کو ابتدائی کلاسوں ہی سے اہمیت دیں۔ انگریزی اس لیے ضروری ہے کہ یہ اس میں علومِ عصر حاضر اور ٹیکنالوجی کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ عربی اس لیے ضروری ہے کہ یہ آخری کتاب اور آخری رسول اللہ ﷺ کی زبان ہے۔ اب آسمانی وحی کے فہم کا انحصار اسی زبان کے فہم پر موقوف ہے۔

اِسلامی تعلیمی پالیسی کا ایک مقصد ، طلبہ میں صحیح عقیدۂ توحید کو راسخ کرتے ہوئے انہیں اُخلاق حَسنہ کی تعلیم دینا ہے ، اور رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ عالیہ کی روشنی میں تربیت دینا ہے ، جو اُخلاق کا اعلیٰ مرتبہ ہے ، تا کہ ایک ایسی نسل کی تعمیر کی جائے ، جو شعوری طور پر سچی مسلمان بھی ہو اور جو اپنے وقت کی ٹیکنالوجی اور اپنے زمانے کے شعور سے بھی کما حقہ واقف ہو اور ایسی ہی خصوصیات کی حامل نسل اسلامی قیادت کے منصب پر فائز ہونے کا استحقاق رکھتی ہے۔

ہماری ثقافتی پالیسی:

یہ وقت ہے، ثقافتی پالیسی کے جائزہ لینے کا ! دنیا کی غالب قوت، اپنی اقتصادی اور عسکری بالادستی کی بنیاد پر، اپنی مغربی ثقافت کو ہم پر مسلط کرنا چاہتی ہے۔ قرآن وسنت کے علم سے بے بہرہ ہمارے حکمران، اس مغربی بالادست قوت اور اُس کی ٹیکنالوجی سے اس قدر مرعوب ہیں کہ اُن کی سائنس اور اُن کی ٹیکنالوجی کے ساتھ ساتھ، اُن کی تہذیب اور اُن کی ثقافت کے بھی دلدادہ ہو چکے ہیں۔ وہ ہماری نوجوان نسل کو رقص وموسیقی میں غرق کرنے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ شمشیر وسناں کے بجائے ، طاؤس و رباب اوّل کی نغمہ سرائی ہے۔ اسلامی ممالک کا الیکٹرونک میڈیا بڑی سرعت اور تیز رفتاری کے ساتھ مغرب کی پیروی کرتے ہوئے تمام اسلامی اقدار کو ایک ایک کر کے ترک، بلکہ پامال کرتا جا رہا ہے۔ ہمارے مسلمان ادیب اور ڈرامہ نگار اسلامی فکر کے اعتبار سے دیوالیے ہیں۔ غاوُن (بھٹکے ہوئے لوگوں) کا ایک جمِ غفیر ان کے پیچھے رواں دواں ہے۔

ہمارا یہ رسالہ ، قرآنِ مجید کی روشنی میں ہلاکتِ اقوام کی تاریخ بھی بیان کرتا ھے ، اُس کے اسباب و مقاصد اور اُس کے طریقۂ کار پر بھی روشنی ڈالتا ھے۔ اور مستقبل کے لیے ایک لائحۂ عمل بھی فراہم کرتا ھے۔ یہ رسالہ خاص طور پر اسلامی قیادت اور ایسی غیر اسلامی مجرم قیادت کے فرق کو بھی واضح کرتا ھے ،

جو مختلف قوموں کی ہلاکت کا سبب ہے۔

ہمارا یہ رسالہ ، زلزلے کی اس تباہی کے بعد ہمارے ایمان اور ضمیر کو جگا دے اور ہمارے پڑھے لکھے طبقے میں اسلامی بیداری کا شعور اجاگر کر دے تو مرتب سمجھے گا کہ اُس کی کوششیں رائیگاں نہیں ہیں۔

ڈاکٹر سہیل حسن صاحب اور ڈاکٹر عبدالحی ابڑو صاحب نے نظرِ ثانی اور تصحیح کے فرائض انجام دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اجرِ عظیم سے نوازے۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے اور اپنے دین کی اس حقیر خدمت کو ہمارے لیے توشۂ آخرت بنا دے۔

اہلِ علم سے گذارش ہے کہ وہ مرتب کو اغلاط سے سے مطلع فرمائیں، تا کہ فوراً اصلاح کی جاسکے۔

29 ذوالقعدہ 1426ھ　　　　طالبِ دعائے خیر

یکم جنوری 2006ء　　　　خلیل الرحمٰن چشتی

اسلام آباد

داعیِ خیر کی فضیلت

حضور ﷺ کا ارشاد ہے :

مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهُ مِثْلُ اَجْرِ فاعِلِه

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب 38، حدیث 5007)

”جو شخص، کسی نیک کام کی طرف، کسی دوسرے شخص کی رہنمائی کرے گا ، اُسے نیک کام کرنے والے کے برابر اجر و ثواب دیا جائے گا۔“

پہلا باب

اللہ تعالیٰ کی صفات

ہلاکت کی تاریخ ، اُس کے اَغراض و مقاصد اور اُس کے طریقۂ کار کو سمجھنے سے پہلے ذرا اللہ تعالیٰ کی چند صفات کا جائزہ لیں ، جو ہمارے موضوع سے راست متعلق ہیں:

1- اللہ تعالیٰ عادل ہے، کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

2- اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر بہت مہربان ہے۔

3- اللہ تعالیٰ مخلوق کو جنت کی طرف بلاتا ہے۔

4- اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتمامِ حجت ہوتی ہے۔

5- اللہ تعالیٰ انسان کی ہدایت کا مکمل انتظام کرتا ہے۔

6- اللہ تعالیٰ مزید مہلت اور ڈھیل دیتا ہے۔

7- اللہ تعالیٰ کی پکڑ بہت شدید ہوتی ہے۔

8- کفرانِ نعمت پر نعمتیں چھین لی جاتی ہیں۔

1- اللہ تعالیٰ عادل ہے، کسی پر ظلم نہیں کرتا

اللہ تعالیٰ عادل اور منصف ہے۔ کسی پر ذرّہ برابر ظلم نہیں کرتا۔ اُس کی سزا بھی عدل و انصاف پر مبنی ہوتی ہے۔ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا ، بلکہ لوگ اپنے آپ پر ظلم ڈھاتے ہیں۔ قوموں کی ہلاکت بھی اُس کے قانونِ عدل و انصاف اور قانونِ جزا و سزا کے عین مطابق ہوتی ہے۔

درج ذیل آیات پر غور کیجیے:

a- ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ (یونس : 44)

''حقیقت یہ ہے کہ اللہ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا ، لوگ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔''

b- ﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ﴾ (الانعام : 115)

''آپؐ کے رب کی بات سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے۔''

c- ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ﴾ (النساء : 40)

''اللہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔''

d- ﴿ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴾ (حٰمٓ سجدہ : 46)

''اور آپؐ کا رب ، اپنے بندوں کے حق میں ظالم بالکل نہیں ہے۔''

e- ﴿ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ (ال عمران : 108)

''اللہ تعالیٰ دنیا والوں پر ظلم کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔''

2- اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر بہت مہربان ہے

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے، اگر لوگ ایمان لا کر، شکر گزاری کی زندگی گزاریں تو بھلا وہ کیوں خواہ مخواہ کس کو عذاب میں مبتلا کرے گا؟ بلاشبہ وہ ظالم نہیں ہے۔ وہ کسی قوم کو بلا جواز کیوں ہلاک کرے گا؟ قرآن صاف کہتا ہے:

a- ﴿ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴾ (البروج : 14)

''اور وہ بخشنے والا ہے ، محبت کرنے والا ہے۔''

b- ﴿ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴾ (ھود : 90)

”دیکھو، اپنے رب سے معافی مانگو! اور اس کی طرف پلٹ آؤ!، یقیناً میرا رب رحیم ہے اور اپنی مخلوق سے محبت رکھتا ہے۔“

c- ﴿ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ ، اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ﴾ (النساء : 147)

”آخر اللہ کو کیا پڑی ہے کہ تمہیں خواہ مخواہ سزا دے؟ اگر تم شکر گزار بنے رہو اور ایمان کی روش پر چلو۔“

d- ﴿ نَبِّئْ عِبَادِيْ اَنِّيْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ○ ﴾ (الحجر : 49,50)

”اے نبی ﷺ!، میرے بندوں کو خبر دے دو! کہ میں بہت درگزر کرنے والا اور رحیم ہوں۔ مگر اس کے ساتھ میرا عذاب بھی نہایت دردناک عذاب ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کر لیا تو ایک تحریر لکھی ، وہ اُس کے پاس عرش پر رکھی ہوئی ہے۔“ تحریر یہ ہے:

اِنَّ رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ غَضَبِيْ . (صحیح البخاری : حدیث : 7422)

”میری رحمت میرے غضب پر غالب ہوگی۔“

3- اللہ تعالیٰ مخلوق کو جنت کی طرف بلاتا ہے

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر اس قدر مہربان ہے کہ وہ انہیں دوزخ سے بچانا چاہتا ہے ، انہیں سلامتی کے گھر (یعنی جنت) میں ہمیشگی کے قیام کے لیے دعوت دیتا ہے۔ وہ لوگوں کے گناہ معاف کرنا چاہتا ہے۔ وہ فوراً عذاب نہیں دیتا ، بلکہ عذاب کو ٹال دینا چاہتا ہے اور اپنے

عذاب کو موخر کرنا چاہتا ہے کہ لوگوں کو اصلاحِ احوال کے لیے مناسب وقت مل جائے۔

قرآن کہتا ہے:

a- ﴿ وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ﴾ (یونس : 25)

''اللہ تعالیٰ تمہیں سلامتی کے گھر (یعنی جنت) کی طرف دعوت دے رہا ہے۔''

b- ﴿ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَلَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾ (ابراهيم : 10)

''اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو دعوت دے رہا ہے ، تاکہ تمہارے گناہ معاف کردے اور تم لوگوں کو (فوراً ہلاک کرنے کے بجائے) مدتِ مقررہ تک مزید مہلت دے۔''

4- اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتمامِ حجت ہوتی ہے

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی اُصول ہے کہ وہ تبشیر اور اِنذار (Warning) کے بغیر ، بعثتِ رسول کے بغیر اور اتمامِ حجت کے بغیر کسی قوم کو ہلاک نہیں کرتا۔

a- ﴿ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ﴾ (النساء : 165)

''یہ سارے رسول، خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تھے، تا کہ ان کو مبعوث کردینے کے بعد، لوگوں کے پاس ، اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہے۔''

b- ﴿ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾

(الانعام : 149)

''پھر کہو (تمہاری اس حجت کے مقابلے میں) حقیقت رس حجت تو اللہ کے پاس ہے، بے شک اگر

اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔"

c- ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا

"اور تیرا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہ تھا جب تک کہ ان کے مرکز میں ایک رسول نہ بھیج دیتا

يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا

جو ان کو ہماری آیات سناتا

وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ﴾ (القصص : 59)

اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہ تھے ، جب تک کہ ان کے رہنے والے ظالم نہ ہو جاتے"۔

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- ہلاکتِ اقوام کے دو خدائی ضابطے ہیں:

a- رسول ، ہادی اور مُنذِر (Warner) کی بعثت کے بغیر اور اتمامِ حُجت کے بغیر ہلاکت نہیں ہوتی۔

b- بستی کے لوگ جب تک ظالم نہیں بنتے، اللہ تعالیٰ عذاب نازل نہیں کرتا۔

5- انسان کی ہدایت کا مکمل انتظام کرتا ہے

اللہ تعالیٰ انسان کو پیدا کر کے یوں ہی چھوڑ نہیں دیتا۔ بلکہ اُس کا اُصول یہ ہے کہ وہ انسان کی ہدایت کا مکمل انتظام کرتا ہے۔ فرشتوں کو بھیجتا ہے۔ رسولوں پر وحی کرتا ہے۔ کتابیں نازل کرتا ہے۔ آزادیٔ اختیار (Freedom of Faith) عطا کر کے ہدایت دیتا ہے کہ اس آزادی کا صحیح استعمال کرو گے تو جنت کے مستحق ہو جاؤ گے اور اس آزادیٔ اختیار کا غلط استعمال کرو گے تو دوزخ کا نوالہ بنو گے۔

مندرجہ ذیل آیات پر غور کیجیے:

a- ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِىْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا ﴾ (النحل : 36)

''ہم نے ہر اُمّت میں ایک رسول بھیج دیا۔''

b- ﴿ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ o عَلٰى قَلْبِكَ

''اس قرآن کو لے کر آپ کے دل پر (حضرت جبریلؑ) امانت دار روح اتری ہے ،

لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ o ﴾ (الشعراء : 193)

''تاکہ تو آپ اُن لوگوں میں شامل ہو جائیں، جو (خدا کی طرف سے خلقِ خدا کو) متنبہ کرنے والے ہیں۔''

c- ﴿ لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾

(الانبیاء : 10)

''اے انسانو ! ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب بھیجی ہے ، جس میں تمہارا ہی ذکر ہے کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟۔''

d- ﴿ اَلرَّحْمٰنُ o عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ o ﴾ (الرحمن : 2-1)

''نہایت مہربان (خدا) نے ، اس قرآن کی تعلیم دی ہے۔''

e- ﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ (ال عمران : 164)

''درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ اُن کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اُٹھایا ، جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے، اُن کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور اُن کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے۔''

6- اللہ تعالیٰ مزید مہلت اور ڈھیل دیتا ہے

اللہ تعالیٰ افراد کو بھی اور اقوام کو بھی ، ہدایت کا اہتمام و انتظام کرنے کے بعد ، غور و فکر اور اصلاحِ عمل کے لیے مناسب مہلت اور ڈھیل دیتا ہے۔فوراً ہلاک نہیں کرتا۔

a- ﴿ اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِیْنَ o

"کیا (کافر ، ظالم و فاسق) یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جو انہیں مال و اولاد سے مدد دیے جا رہے ہیں،

نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرَاتِ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ﴾ (المؤمنون :55-56)

تو گویا انہیں بھلائیاں دینے میں سرگرم ہیں؟ نہیں! اصل معاملے کا انہیں شعور نہیں ہے"۔

b- ﴿ وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَکَ عَلَیْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰکِنْ یُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی ﴾ (النحل : 61)

"اگر کہیں اللہ لوگوں کو اُن کی زیادتی پر فوراً ہی پکڑ لیا کرتا تو روئے زمین پر کسی متنفس کو نہ چھوڑتا۔ لیکن وہ سب کو ایک وقتِ مقرر تک مہلت دیتا ہے۔"

ان آیات سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- نافرمان قوموں پر انعامات کی بارش کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے۔

2- بلکہ اس کا مقصد ، اِن کے امتحان کی مدت کی تکمیل اور مہلتِ عمل ہوتا ہے۔

3- اس ڈھیل کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ موت سے پہلے ایمان لے آئیں، اور مال و اولاد کی نعمتوں کا صحیح طریقے سے شکر ادا کریں۔

c- ﴿ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ

"یہ ڈھیل جو ہم انہیں دیے جاتے ہیں ، اس کو یہ کافر اپنے حق میں بہتری نہ سمجھیں ،

اِنَّمَا نُمۡلِیۡ لَهُمۡ لِيَزۡدَادُوۡا اِثۡمًا

ہم تو انہیں اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں کہ یہ خوب بارِ گناہ سمیٹ لیں ،

وَلَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ﴾ (ال عمران : 178)

پھر ان کے لیے سخت ذلیل کرنے والی سزا ہے۔"

7- اللہ تعالیٰ کی پکڑ بہت شدید ہوتی ہے

مہلت کے اختتام پر اللہ کا قانون جرم وسزا حرکت میں آجاتا ہے۔ اُس کی پکڑ (بَطش) بہت شدید ہوتی ہے ، وہ مجرم قوموں کو دنیا میں پکڑ کر ہلاک کر دیتا ہے ، اور قیامت کے دن تو اُس کی گرفت اور زیادہ سخت ہوگی۔

a- ﴿ اِنَّ بَطۡشَ رَبِّكَ لَشَدِيۡدٌ ﴾ (البروج :17)

"یقیناً آپؐ کے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے"

b- ﴿ يَوۡمَ نَبۡطِشُ الۡبَطۡشَةَ الۡكُبۡرٰى ﴾ (الدخان :16)

"قیامت کے دن ، ہم بڑی ہی سخت گرفت کریں گے"

اللہ تعالیٰ مجرموں سے انتقام لیتا ہے اور مومنوں کی مدد کرتا ہے:

ہدایت کا انتظام کرنے اور بینات پر مشتمل واضح تعلیمات کو رسولوں کے ذریعے پہنچانے کے بعد جو لوگ جرائم سے باز نہیں آتے ، اللہ تعالیٰ اُن سے انتقام لیتا ہے اور اپنے نیک بندوں کو بچا لیتا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿ وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوۡمِهِمۡ فَجَآءُوۡهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ

"اور ہم نے تم سے پہلے رسولوں کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور وہ ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آئے

فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (الروم : 47)

پھر جنہوں نے جرم کیا ، ان سے ہم نے انتقام لیا اور ہم پر یہ حق تھا کہ ہم مومنوں کی مدد کریں۔"

8- کفرانِ نعمت پر نعمتیں چھین لی جاتی ہیں

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے حد وشمار ہیں۔لیکن بہت کم لوگ شکر گزار ہوتے ہیں۔انسانوں کی اکثریت سخت بے انصاف (ظَلُوم) اور یہ بہت ناشکری (كَفَّار) ہوتی ہے ، جب کہ اللہ تعالیٰ نے صاف اعلان کر دیا ہے کہ شکر کی صورت میں مزید نعمتوں سے نوزا جائے گا اور ناشکری کی صورت میں نعمتیں چھین لی جائیں گی اور ناشکری قیادت کے ساتھ ، قوموں کے ناشکرے پیرو کاروں کو بھی ہلاک کر کے دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ فرمائیے۔

a- ﴿ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ،

"اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے ،

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ" كَفَّارٌ" ﴾ (ابراھیم : 34)

حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے۔

b- ﴿ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ" ﴾ (ابراھیم : 7)

"اور یاد رکھو ، تمہارے رب نے خبردار ردیا تھا کہ اگر شکر گذار بنو گے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا اور اگر کفرانِ نعمت کرو گے تو میری سزا بہت سخت ہے۔

c- ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴾ (ابراهيم : 28)

''تم نے دیکھا اُن (بدنصیب لیڈر) لوگوں کو! جنہوں نے اللہ کی نعمت پائی اور اُسے کفرانِ نعمت سے بدل ڈالا اور (اپنے ساتھ) اپنی قوم کو بھی ہلاکت کے گھر میں جھونک دیا۔''

اِس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کفرانِ نعمت کے جرم میں قیادت کا کس قدر حصہ ہوتا ہے؟ کفرانِ نعمت وہ جرم ہے ، جس کے نتیجے میں قیادت کے ساتھ عوام بھی ہلاک کر دیے جاتے ہیں۔

✵✵✵✵✵✵✵

دوسرا باب

تاریخِ ہلاکت

آگے بڑھنے سے پہلے قوموں کی ہلاکت کی تاریخ کا اجمالی جائزہ لے لیا جائے۔قرآنِ مجید نے چھ(6) قوموں کی ہلاکت کا ذکر کئی سورتوں میں کیا ہے ، لیکن ان کا تفصیلی ذکر سورۃ الاعراف ، سورۃ ہود اور سورۃ الشعراء میں ہوا ہے۔یہ قومیں یکے بعد دیگرے ہلاک کی گئیں۔ہلاکت کا طریقہ کار مختلف رہا۔ان کے بعض جرائم مشترک تھے اور بعض منفرد۔

1- قومِ نوحؑ : عراق میں آباد تھی۔اسے غالباً 3,500 ق م میں ہلاک کیا گیا۔

2- قومِ عاد: عرب کے جنوب میں آباد تھی۔اسے غالباً 2,800 یا 3,000 ق م میں ہلاک کیا گیا۔

3- قومِ ثمود: مدینے کے شمال میں آباد تھی۔اسے غالباً 2,500 ق م میں ہلاک کیا گیا۔

4- قومِ لوطؑ: اُردن کے پاس آباد تھی۔اسے غالباً 2,100 ق م میں ہلاک کیا گیا۔

5- قومِ شعیبؑ: مدین اور تبوک میں آباد تھی۔اسے غالباً 1,400 ق م میں ہلاک کیا گیا۔

6- قومِ فرعون: مصر میں آباد تھی۔اسے غالباً 1,300 ق م میں ہلاک کیا گیا۔

✲✲✲✲✲✲✲

قومِ نوحؑ کی ہلاکت

قومِ نوح غالباً عراق کے شمالی علاقے میں جو ترکی اور آرمینیا سے متصل ہے ، یا بابل کے علاقے میں کوفے کے آس پاس کہیں آباد تھی۔قوم کے غرق ہونے کے بعد اُن کی کشتی جبلِ جودی پر آکر رکی تھی ، یہ مقام بتایا جاتا ہے کہ جبلِ اراراط ہے۔اِن کا زمانہ غالباً 3,500 ق م ہے۔

حضرتِ نوحؑ کی دعوت

حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے درمیان دس ''قرن'' (صدیوں یا نسلوں) کا فاصلہ ہے(صحیح ابن حبان)۔حضرتِ نوحؑ روئے زمین پر سب سے پہلے رسول ہیں (صحیح بخاری، حدیث 3340)۔اِن سے پہلے نبی ہوا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 3 میں ﴿عَبۡدًا شَكُوۡرًا﴾ کے خطاب سے نوازا۔آپ کے چار بیٹے تھے۔''یام'' (کنعان) کافر اور فاسق تھا۔عذابِ الٰہی سے ہلاک کیا گیا۔بقیہ تین بیٹے سام، حام اور یافث تھے۔حضرت سعید بن مسیّب کہتے ہیں: ''سام کی نسل سے عربی، فارسی اور رومی وجود میں آئے۔ حام کی نسل سے قبطی، سوڈانی اور بربری ہیں۔یافث کی نسل سے ترک، صقالبہ اور یاجوج ماجوج ہیں''۔ تورات کے مطابق یہ تینوں بیٹے اور اِن کی والدہ حضرت نوحؑ کی کشتی میں سوار تھے۔

1- حضرتِ نوحؑ اُن ہی کے بھائی (یعنی اُسی قوم کے آدمی) تھے ، انہوں نے گناہوں سے بچنے کی دعوت دی۔

﴿اِذۡ قَالَ لَهُمۡ اَخُوۡهُمۡ نُوۡحٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ﴾ (الشعراء : 106)

2- حضرت نوحؑ کی دعوت کا پہلا نکتہ ، دعوتِ توحید پر مشتمل تھا۔

﴿اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰهَ﴾ (ھود : 26)

1- قومِ نوحؑ (3,500 ق م)

جبل اررارات، جبل جودی، جبل الحارث: ترکی کے حدود میں ہے۔ یہاں شام ترکی اور عراق کی سرحدیں ملتی ہیں۔ یہ پہاڑ آج کل برف سے ڈھکا ہوا ہوتا ہے۔ غالباً یہ وہی مقام ہے ، جہاں حضرت نوحؑ کی کشتی آکر رکی تھی، جس کا ذکر قرآن (ہود:44) میں ہے۔

عین دیوار (Ain-Diwar): شام کا شہر ، جو ترکی کی سرحد پر واقع ہے ، جہاں سے جبلِ جُودی کو دیکھا جاسکتا ہے۔

نصیبین یا نصیبین (Nusibeen): ترکی کا سرحدی شہر ، اِس کے مقابل میں دو چار کلومیٹر دور ، شام کا ساحلی شہر قامشلی واقع ہے۔ عراق کے شہر موصل کے شمال میں 250 کلومیٹر دور واقع ہے۔

القامشلی (Al-Qamishli): شام کا شہر ، جو ترکی کی سرحد پر نُصیبین کے مقابل واقع ہے۔

موصل (Mawsil ، نینوی): عراق کا مشہور شہر۔

زاخو (Zakhu): موصل کے شمال میں واقع عراق کا شہر ، جو ترکی کی سرحد پر واقع ہے۔ یہاں کُردوں کی اکثریت ہے۔

3- حضرت نوحؑ نے دن رات ، صبح وشام مختلف طریقوں سے دعوت دی۔

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا﴾ (نوح : 5)

4- حضرت نوحؑ نے (950) نو سو پچاس برس تک ، دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔

﴿فَلَبِثَ فِیْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا﴾ (العنکبوت : 14)

5- حضرتِ نوحؑ اپنی دعوتِ توحید کو ، لوگوں پر زبردستی مسلط کرنا نہیں چاہتے تھے۔
وہ عقیدے کی آزادی کے بنیادی حق (Right of Freedom of Faith) کو تسلیم کرتے تھے۔

﴿اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ﴾ (هود : 28)

قوم نوح کا عقیدہ

1- قومِ نوحؑ مشرک تھی ۔ اِس کے مشرک سرداروں (مَلَأ) نے قوم سے کہا: تم اپنے مشرکانہ عقیدے کو ہرگز نہ چھوڑنا اور اپنے پانچ بتوں (وَدّ ، سُوَاع ، یَغُوث ، یَعُوق اور نَسر) کو تھامے رہنا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ دراصل یہ سب قومِ نوحؑ کی قوم کے نیک لوگوں کے نام ہیں۔ اِن کے مرنے کے بعد لوگ اِن کے بُت بنا کر ان کی پوجا کرنے لگے۔
(صحیح بخاری ، کتاب التفسیر ، حدیث 4920)

﴿وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا﴾ (نوح : 23)

2- قومِ نوحؑ منکرِ رسالت تھی۔ تمام پیغمبروں کو جھٹلاتی تھی۔ اسی لیے اُسے غرق کیا گیا:

﴿وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ﴾ (الفرقان : 37)

قومِ نوحؑ کی کافر قیادت (Leadership)

قومِ نوحؑ کی کافر قیادت مشرک تھی۔ اُسے حضرت نوحؑ کی بشریت پر اعتراض تھا۔ اُسے اپنے مال و دولت ، اثر و رسوخ اور مقام و مرتبہ پر گھمنڈ تھا۔ اُس نے حضرتِ نوحؑ سے مطالبہ کیا کہ ایمان لانے والے غریب ، نادار اور پست طبقات سے علیحدگی اختیار کر لیں۔ یہ لیڈر سیاسی اثر و رسوخ بھی رکھتے تھے۔ چنانچہ اِنہوں نے حضرتِ نوحؑ کو سنگسار کرنے کی دھمکی بھی دی تھی۔

1- قومِ نوحؑ کے سرداروں (مَلَأ) نے اعتراض کیا کہ حضرت نوحؑ ہم جیسے آدمی (بَشَر) ہیں۔

﴿مَا نَرٰکَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا﴾ (ھود : 27)

﴿مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ (المومنون : 24)

2- قومِ نوحؑ کو حضرت نوحؑ پر یہ اعتراض تھا کہ اُنہی کی قوم سے کسی انسان کو رسول کیوں بنایا گیا ہے؟

﴿اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ﴾ (الاعراف : 63)

3- قومِ نوحؑ کے کافر سرداروں (مَلَأ) نے کہا کہ یہ شخص (نوحؑ) آپ پر اپنی برتری قائم کرنا چاہتا ہے۔

﴿فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ﴾ (المومنون : 24)

4- قومِ نوحؑ کے سرداروں (مَلَأ) نے ایمان لانے والوں پر اعتراض کیا کہ وہ اُن پر کوئی فضل نہیں رکھتے۔ مال و دولت والے نہیں ہیں۔

﴿وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ﴾ (ھود : 27)

5- قومِ نوحؑ کے سرداروں (مَلَأ) نے انتہائی تکبر کے ساتھ کہا کہ اے نوحؑ ! تمہاری پیروی تو ہماری قوم کے اَرَاذِل یعنی غریب اور معمولی لوگ ، بے سوچے سمجھے (بس یونہی) کررہے ہیں۔

﴿ وَمَا نَرٰكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ﴾

(ھود : 27)

رسولوں کی پیروی ہر دور میں زیادہ تر کمزور لوگ ہی کیا کرتے ہیں۔ یہی بات ہرقل نے بھی کہی تھی۔(صحیح بخاری ، بدءالوحی)

6- قومِ نوحؑ کے سرداروں (مَلَأ) نے حضرتِ نوحؑ کو (نعوذ باللّٰہ) گمراہ کہا۔

﴿قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ (الاعراف : 60)

7- قومِ نوحؑ کے سرداروں (مَلَأ) نے کہا کہ ہمارا خیال ہے کہ آپ سب لوگ جھوٹے ہیں۔

﴿ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴾ (ھود : 27)

8- قومِ نوحؑ کے سرداروں (مَلَأ) نے کہا کہ حضرت نوحؑ کی دعوت کو قبول مت کرو! انہیں جنون لاحق ہوگیا ہے۔ کچھ مدت انتظار کرو! (شاید افاقہ ہوجائے)۔

﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴾

(المومنون : 25)

9- قوم نے حضرت نوحؑ کو جھٹلایا ، اُنہیں پاگل کہا اور اُنہیں جھڑکا گیا:

﴿ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ﴾ (القمر : 9)

10- قومِ نوحؑ کے سرداروں نے (مَلَأ) نے مطالبہ کیا کہ حضرتِ نوحؑ اپنے غریب اور کمزور مسلمان ساتھیوں (اَرَاذِل) سے علیحدگی اختیار کرلیں۔ حضرت نوحؑ نے اس مطالبے کو مسترد کردیا اور کہا: 'وہ غریب اور مسکین نومسلموں کا ساتھ ہرگز نہیں چھوڑیں گے'۔

﴿ وَمَا اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ (ھود : 29)

﴿وَمَا اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (الشعراء : 114)

11- قومِ نوحؑ کے سرداروں (مَلَا) نے حضرتِ نوحؑ کو دھمکی دی کہ آپ کو سنگسار کر دیا جائے گا۔

﴿قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ﴾

(الشعراء : 116)

12- قومِ نوحؑ کے سرداروں (مَلَا) نے ، حضرت نوحؑ کی کشتی کا مذاق اُڑایا۔

﴿وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ﴾ (هود : 38)

دراصل وہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہلاکت کا مذاق اُڑا رہے تھے ، جس کے نتیجے میں خود اُن کو ہلاک کیا جانا تھا۔

قومِ نوحؑ کے جرائم

1- قومِ نوحؑ نے آیاتِ الٰہی کی تکذیب کی ، چنانچہ غرق کی گئی۔

﴿وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ (الاعراف : 64)

2- قومِ نوحؑ کے لیے حضرت نوحؑ کا اُن کے درمیان قیام اور اُن کی نصیحت سخت گراں تھی۔

﴿اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾

(یونس : 71)

3- قومِ نوحؑ نے کئی لوگوں کو گمراہ کیا:

﴿وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا﴾ (نوح : 24)

4- قومِ نوحؑ ایک بہت بدکار قوم تھی ، اس لیے سب کو غرق کیا گیا۔

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ (الانبیاء : 77)

5- حضرت نوح کی دعوت سے ، ان لوگوں کے فرار میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔

﴿ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِیْ اِلَّا فِرَارًا ﴾ (نوح : 6)

6- حضرت نوح کی دعوت پر ان کی ضدی قوم ، اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتی تھی ، کپڑے لپیٹ لیتی تھی اور تکبر کا مظاہرہ کرتی تھی۔

﴿ وَاِنِّیْ کُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ﴾ (نوح : 7)

7- قومِ نوح اپنے پیغمبر کی نافرمان تھی اور اُس کی پیروی کرتی تھی ، جو اُن کے مال اور اولاد میں نہیں ، بلکہ نقصان میں اضافے کا موجب تھی۔

﴿ اِنَّهُمْ عَصَوْنِیْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا ﴾ (نوح : 21)

8- قومِ نوح خطا کار تھی ، چنانچہ غرق کی گئی۔

﴿ مِمَّا خَطِيْٓئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا ﴾ (نوح : 25)

9- قومِ نوح مخالفت میں اندھی ہوگئی تھی۔

﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴾ (الاعراف : 64)

10- قومِ نوح ظالم تھی ، چنانچہ وہ ایک طوفان سے ہلاک کی گئی۔

﴿ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴾ (العنکبوت : 14)

11- قومِ نوح نے عذابِ الٰہی کا مطالبہ کیا ، چنانچہ ان پر پانی کا عذاب نازل کیا گیا۔

﴿ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ (هود : 32)

طریقۂ ہلاکت

قومِ نوحؑ کو پانی کے عذاب سے ہلاک کیا گیا۔ تنور ابل پڑے۔ آسمان برسنے لگا۔ چشمے پھٹ پڑے۔ مقررہ مقدار میں پانی بلند ہوتا گیا۔ کشتی والوں کے علاوہ دیگر تمام لوگ غرق کر دیے گئے۔

1- ﴿ حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ﴾ (هود : 40)

2- ﴿ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴾ (القمر : 11,12)

3- ﴿ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴾ (الشعراء : 120)

مقصدِ ہلاکت

اللہ تعالیٰ کے دو اُصول ہیں۔

1- قانونِ ہلاکتِ اقوام۔　　2- قانونِ استبدالِ اقوام۔

پہلے قانون کے تحت، مجرم قوموں کو دعوت دی جاتی ہے اور انہیں سوچنے سمجھنے کے لیے مہلت دی جاتی ہے، پھر انہیں آسمانی یا زمینی عذاب سے مکمل طور پر ہلاک کر دیا جاتا ہے۔

دوسرے قانون کے تحت، مجرم قوموں کی ہلاکت کے بعد، نیک لوگوں کو زمین کا وارث اور زمین پر خلیفہ بنایا جاتا ہے۔ اب ان نیک لوگوں کی اولاد اور اگلی نسلیں امتحان گاہ میں داخل ہو جاتی ہیں۔ انہیں اُس وقت تک امتحان میں رکھا جاتا ہے، جب تک وہ زمین پر فساد نہیں کرتے۔ جب پانی سر سے اونچا ہو جاتا ہے، تب انہیں بھی ہلاک کر کے ایک دوسری قوم کو اٹھایا جاتا ہے۔ قومِ نوحؑ کی ہلاکت کا مقصد، مجرم قوم کے خاتمے کے بعد صالحین کی جانشینی تھی، تا کہ ان کی اگلی نسل سے امتحان لیا جائے۔

قومِ نوحؑ کی ہلاکت کے بعد، اللہ تعالیٰ نے کشتی والوں کو جانشینی عطا کی۔

﴿ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ ﴾ (یونس : 73)

قومِ عادؑ کی ہلاکت

- قومِ عاد کے پیغمبر، حضرت ہودؑ تھے۔ یہ قوم عرب کے جنوب میں واقع وادیٔ اَحقاف میں سکونت پذیر تھی اور یہ قومِ نوحؑ کی جانشین تھی۔

حضرت ہودؑ کی دعوت

1- حضرت ہودؑ نے توحید کی دعوت دی۔

﴿ اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾ (الاعراف : 65)

2- حضرت ہودؑ نے کہا: اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھو اور کفرانِ نعمت نہ کرو! فلاح پاؤ گے۔

﴿ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (الاعراف : 69)

3- حضرت ہودؑ نے کہا: گناہ گار مجرمو! توبہ اور استغفار کرو!

﴿ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ ﴾ (ھود : 52)

قومِ عاد کا عقیدہ

1- قومِ عاد بھی قومِ نوحؑ کی طرح مشرک ہوگئی۔ کئی خداؤں (اٰلِهَة) کو ماننے لگی۔ حضرتِ ہودؑ سے کہا: "محض ہم ایک آدمی کی بات پر اپنے خداؤں کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔"

﴿ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ
وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (ھود : 53)

2- عاد۔ قومِ صالحؑ (وادیٔ احقاف) (3,000 ق م)

صنعاء (San'aa): یمن کا صدر مقام۔

عدن (Eden): یمن کا مشہور ساحلی شہر اور بندرگاہ۔

حضرموت (Hadara Mawt): یمن کا مشرقی حصہ ، جو ظفار اور سلطنتِ عمان کی جانب ہے۔

مُکلاّ (Mukallah): یمن کی بندرگاہ ، مُکلاّ کے شمال میں 200 کلومیٹر دور، حضرموت اور ربع الخالی کے درمیانی علاقے میں قومِ صالحؑ یعنی عاد آباد تھی۔ اِسے وادیٔ احقاف بھی کہتے ہیں۔

وادیٔ احقاف: سلطنتِ عمان اور حضرموت یمن کا درمیانی علاقہ ، جہاں قومِ صالحؑ یعنی عاد آباد تھی۔

ربع خالی (Empty Quarter): صحرائے نجد (سعودی عرب) کا جنوبی ریگستانی حصہ ، جو غیر آباد ہے۔

2- قومِ عاد ، توحید کی سخت مخالف ، ایک مشرک آباء پرست قوم تھی ، باپ دادا کی روش کو ہرگز چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔

﴿ قَالُوٓا اَجِئۡتَنَا لِنَعۡبُدَ اللّٰهَ وَحۡدَهٗ وَ نَذَرَ مَا كَانَ يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا ﴾ (الاعراف : 70)

3- قومِ عاد نے حضرت ہودؑ سے کہا کہ آپ پر ہمارے بعض خداؤں کی مار پڑی ہے۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ الِهَة (دیگر خدا) لوگوں کو نقصان اور فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔

﴿ اِنۡ نَّقُوۡلُ اِلَّا اعۡتَرٰىكَ بَعۡضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوۡٓءٍ ﴾ (ھود : 54)

4- قومِ عاد بعض فرضی ناموں پر اعتقاد رکھتے ہوئے ، اُنہیں خدا تسلیم کرتی تھی۔

﴿ اَتُجَادِلُوۡنَنِیۡ فِیۡٓ اَسۡمَآءٍ سَمَّیۡتُمُوۡهَآ اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُكُمۡ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ ﴾ (الاعراف : 71)

5- قومِ عاد بھی ، قومِ ثمود کی طرح منکرِ قیامت تھی۔

﴿ كَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ وَعَادٌۢ بِالۡقَارِعَةِ ﴾ (الحاقة : 4)

6- قومِ عاد اس غلط فہمی میں مبتلا تھی کہ اُسے عذاب نہیں دیا جائے گا۔

﴿ وَمَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِیۡنَ ﴾ (الشعراء : 138)

قومِ عاد کی مشرک قیادت (Leadership)

قومِ عاد کی قیادت مشرک بھی تھی ، اور سرکش و جبار بھی تھی۔ اِسے حضرتِ ہودؑ کی دعوتِ توحید سے سخت بغض و عناد تھا۔ یہ اپنے پیغمبر کو بے وقوف اور جھوٹا سمجھتی تھی۔

یہ قیادت اِستکبار فی الارض کی مجرم ٹھہری۔ اِسے اپنی عسکری قوت پر غرور تھا۔ اس کی

زبان پر ﴿مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؟﴾ کی تکرار تھی۔ہم روئے زمین پر سب سے بڑے ہیں۔

ہم سا ہو تو سامنے آئے!

1- قومِ عاد کے سرداروں (مَلَاْ) نے اپنے رسول حضرت ہودؑ کو بے وقوف اور جھوٹا کہا۔

﴿قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ﴾ (الاعراف : 66)

2- قومِ عاد کے سردار (مَلَأ) استکبار فی الارض کے مجرم ہوئے۔انہیں اپنی عسکری قوت پر ناز تھا، بلکہ یہ لوگ خالقِ کائنات کی قوت اور طاقت اور اُس کے جزاء وسزا کے قانون کو بھول بیٹھے۔

﴿فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَكَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ﴾ (حم السجدة : 15)

استکبار فی الارض کے جرم کا مرتکب ، قومِ عاد کی طرح فرعون بھی تھا۔

3- قومِ عاد نے اپنی جبار اور عناد رکھنے والی سرکش وعیار قیادت کی پیروی کی۔

﴿وَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ﴾ (هود : 59)

4- قومِ عاد ، دوسری قوموں پر جبار بن کر حملہ آور ہوتی تھی۔

﴿وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ﴾ (الشعراء : 130)

قومِ عاد کے جرائم

1- قومِ عاد نے اللہ کی آیات کا انکار کیا۔

﴿جَحَدُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ﴾ (هود : 59)

2- قومِ عاد نے تمام رسولوں اور بالخصوص اپنے رسول حضرت ہودؑ کی نافرمانی کی۔

﴿ وَعَصَوۡا رُسُلَهٗ ﴾ (ھود : 59)

3- قومِ عاد نے تمام پیغمبروں کو جھٹلایا۔

﴿ كَذَّبَتۡ عَادٌ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴾ (الشعراء : 123)

4- قومِ عاد ضدی تھی، حضرتِ ہودؑ سے کہا: "آپ کی نصیحت اور عدم نصیحت ہمارے لیے برابر ہے۔ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔"

﴿ قَالُوۡا سَوَآءٌ عَلَيۡنَاۤ اَوَعَظۡتَ اَمۡ لَمۡ تَكُنۡ مِّنَ الۡوٰعِظِيۡنَ ﴾ (الشعراء : 136)

5- قومِ عاد نے اپنے نبیؑ کو جھٹلایا، چنانچہ ہلاک کی گئی۔

a- ﴿ فَكَذَّبُوۡهُ فَاَهۡلَكۡنٰهُمۡ ﴾ (الشعراء : 139)

b- ﴿ كَذَّبَتۡ عَادٌ فَكَيۡفَ كَانَ عَذَابِىۡ وَنُذُرِ ﴾ (القمر : 18)

6- قومِ عاد کو اعتراض تھا کہ حضرتِ ہودؑ ایک انسان ہیں، پیغمبر کیسے ہو سکتے ہیں؟

﴿ اَوَعَجِبۡتُمۡ اَنۡ جَآءَكُمۡ ذِكۡرٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ عَلٰى رَجُلٍ مِّنۡكُمۡ لِيُنۡذِرَكُمۡ ﴾ (الاعراف : 69)

7- قومِ عاد مفتری تھی۔ فرضی خداؤں کا عقیدہ ایجاد کر کے اُنہیں پوجنے لگی تھی۔

﴿ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا مُفۡتَرُوۡنَ ﴾ (ھود : 50)

8- قومِ عاد، گناہوں میں ڈوبی ہوئی ایک مجرم قوم تھی۔ ان سے استغفار کا مطالبہ کیا گیا۔

﴿ وَلَا تَتَوَلَّوۡا مُجۡرِمِيۡنَ ﴾ (ھود : 52)

9- قومِ عاد ہر اُونچی جگہ پر، ایک بے مقصد یادگار عمارت تعمیر کرتی تھی، اور ستونوں والے شاندار

محلات تعمیر کرتی تھی ، اور سمجھتی تھی کہ انہیں دوام حاصل ہے۔

a- ﴿ اَتَبۡنُوۡنَ بِكُلِّ رِيۡعٍ اٰيَةً تَعۡبَثُوۡنَ ۝ وَتَتَّخِذُوۡنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمۡ تَخۡلُدُوۡنَ ﴾ (الشعراء : 128,129)

b- ﴿ اِرَمَ ذَاتِ الۡعِمَادِ ﴾ (الفجر : 7)

10- قومِ عاد نے حضرتِ ہودؑ سے عذاب کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا۔

﴿ فَاۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴾ (الاعراف : 70)

11- ﴿ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهۡلِكُوۡا بِرِيۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝

''اور عاد ، ایک بڑی شدید طوفانی آندھی سے تباہ کر دیے گئے ،

سَخَّرَهَا عَلَيۡهِمۡ سَبۡعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۝ ﴾ (الحاقة : 6-7)

اللہ تعالیٰ نے اس کو مسلسل سات رات اور آٹھ دن ان پر مسلط رکھا''۔

12- ﴿ اِنِّىۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ۝

''قومِ عاد کے پیغمبر حضرت ہودؑ نے فرمایا: مجھے تمہارے حق میں ایک بڑے دن کا ڈر ہے۔

قَالُوۡا سَوَآءٌ عَلَيۡنَاۤ اَوَعَظۡتَ اَمۡ لَمۡ تَكُنۡ مِّنَ الۡوٰعِظِيۡنَ ۝

انہوں نے جواب دیا: تو نصیحت کر یا نہ کر! ہمارے لیے سب یکساں ہے،

اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الۡاَوَّلِيۡنَ ۝ وَمَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِيۡنَ ۝

یہ باتیں تو یونہی چلی آئی ہیں ، اور ہم عذاب میں مبتلا ہونے والے نہیں ہیں ،

فَكَذَّبُوۡهُ فَاَهۡلَكۡنٰهُمۡ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

آخرکار انہوں نے جھٹلا دیا اور ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔ یقیناً اس میں ایک نشانی ہے ،

﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (الشعراء :135-139)

مگر ان میں سے اکثر لوگ ماننے والے نہیں ہیں"۔

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- قومِ عاد ایسی ضدی تھی کہ اپنے پیغمبر حضرت ہودؑ سے صاف کہہ دیا: آپ کی دعوت وتبلیغ کا کوئی فائدہ نہیں ۔ یہ پرانی کہانیاں ہیں ۔ ہمیں خواہ مخواہ ڈرا رہے ہیں ۔ انہیں خوش فہمی تھی کہ انہیں ہرگز عذاب نہیں دیا جائے گا۔

2- چنانچہ انہوں نے ایمان لانے سے انکار کیا۔ حضرت ہودؑ کو جھٹلایا۔ اللہ نے اس قوم کو ہلاک کر دیا۔

3- اس ہلاکت کے واقع میں ہمارے لیے درسِ عبرت ہے۔ ہمیں شعوری طور پر ایمان لانا چاہیے۔

طریقۂ ہلاکت

1- قومِ عاد کو ہوا (بادِ صرصر) سے ہلاک کیا گیا ، جو سات راتوں اور آٹھ دنوں تک ان پر مسلط رہی۔ عذاب سے پہلے آسمان پر بادل نمودار ہوئے ۔ بادلوں کو دیکھ کر انہوں نے کہا: "یہ بادل ہم پر بارش برسائیں گے۔" لیکن یہ عذاب کے بادل تھے۔ (صحیح مسلم ، حدیث899)

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ﴾ (القمر : 19)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عاد کو دَبُور (مغربی ہوا Western winds) کے ذریعے ہلاک کیا گیا۔" (صحیح بخاری ، حدیث3205)

2- قومِ عاد کو ایک بانجھ ہوا سے ہلاک کیا گیا۔

﴿وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ﴾

(الذاریات : 41)

3- بادِ صرصر آٹھ (8) دن اور سات (7) سات راتوں تک اُن پر مسلط رہی۔ ساری قوم کو بے ہوش اور نیم مردہ کر کے ہلاک کیا گیا۔

﴿ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ﴾ (الحاقة : 6,7)

مقصدِ ہلاکت

قومِ عاد کی ہلاکت کا مقصد ، مجرم قوم کو سزا دینا اور اُس کے بعد ایک نئی قوم (ثمود) کو اُٹھانا تھا ، تا کہ ان کا اور اُن کی آئندہ نسلوں کا امتحان لیا جائے۔

1- قومِ عاد کو، قومِ نوحؑ کی ہلاکت کے بعد غالباً (3,500 ق م میں) ، جانشین بنایا گیا تھا۔

﴿ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ ﴾ (الاعراف : 69)

2- قومِ عاد کی ہلاکت کے بعد (غالباً 3,000 ق م میں)، اللہ تعالیٰ نے قومِ ثمود کو جانشین بنایا۔

﴿ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ ﴾ (الاعراف : 74)

****
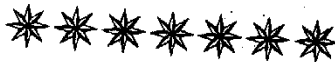
قومِ ثمود کی ہلاکت

حضرت صالحؑ، قومِ ثمود کے پیغمبر تھے۔ثمود کو **اَصْحَابُ الْحِجْر** بھی کہا جاتا ہے۔قومِ ثمود، قومِ عاد کی جانشین تھی۔ یہ مدینہ منورہ کے شمال میں آباد تھے۔ آج کل یہ مقام مدائن صالح کہلاتا ہے، جو مدینۂ منورہ سے تقریباً 420 کلومیٹر دور واقع ہے۔قومِ ثمود کا زمانہ غالباً 3,000 یا 2,800 ق م ہے۔

حضرت صالحؑ کی دعوت

1- حضرت صالحؑ نے توحید کی دعوت دی۔

﴿اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ (الاعراف : 73)

2- حضرت صالحؑ نے اس گناہ گار اور مجرم قوم کو توبہ اور استغفار کی دعوت دی۔

﴿فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّیْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ﴾

(هود : 61)

3- حضرت صالحؑ نے اللہ کا تقویٰ اور رسولِ وقت کی پیروی کی دعوت دی۔

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾ (الشعراء : 150)

4- حضرت صالحؑ نے، قوم کو (نَاقَةُ اللّٰه) اللہ کی اونٹنی سے دور رہنے کی ہدایت دی۔

﴿هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

(الاعراف : 73)

3- قوم صالح۔ثمود کا علاقہ (2,500 ق م)

جدہ : سعودی عرب کا ساحلی شہر اور بندرگاہ ، جو بحرِ احمر پر واقع ہے۔

مكة المكرمة : سعودی عرب کے ساحلی شہر جدہ سے، 80 کلومیٹر دور مشرقی جانب واقع ہے۔

المدينه المنورة : مکے کے شمال میں 400 کلومیٹر دور واقع ہے۔

خیبر (Khybar) : سعودی عرب کا شہر ، جو مدینۂ منوّرہ کے شمال میں 184 کلومیٹر دور واقع ہے۔ خیبر سے ایک سڑک شمال مشرق کی طرف تَیماء کو نکلتی ہے ، جب کہ دوسری سڑک شمال مغرب میں العَلاء اور مدائنِ صالح کی طرف جاتی ہے۔

العَلاء (وادیٔ قریٰ) : (Al-ala) خیبر کے شمال مشرق میں 190 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ العلاء کے مغرب میں 150 کلومیٹر دور سعودی عرب کا ساحلی شہر الوَجہ واقع ہے۔

مدائنِ صالحؑ (الحِجر) : العَلاء کے شمال میں 40-30 کلومیٹر دور واقع ہے۔ یہ حضرت صالحؑ کی قوم ثمود کا علاقہ ہے۔ آج بھی اِن کے آثار ، تراشی ہوئی چٹانوں پر مشتمل عمارتوں کی صورت میں موجود ہیں۔

تَیماء (Tayma) : خیبر کے شمال مشرق میں ایک سڑک خیبر سے تبوک جاتی ہے، جس پر تَیماء واقع ہے۔ یہ خیبر سے 230 کلومیٹر دور اور تبوک سے 266 کلومیٹر دور واقع ہے۔ خیبر اور تبوک کا درمیانی فاصلہ 496 کلومیٹر ہے۔

تبوک (الایکہ) : (Tabuk) سعودی عرب کا مشہور شہر، جو اُردن کی سرحد کے قریب واقع ہے اصحابُ الایکہ یہیں آباد تھے۔ مدین کا ساحلی علاقہ یہاں سے 160 کلومیٹر دور ہے۔ یہاں سے مشرق کی طرف سڑک دُومۃُ الجندل (الجوف) کو جاتی ہے۔ جنوب میں ایک سڑک تَیماء کے راستے خیبر کو جاتی ہے۔

حضرت شعیبؑ اصحابُ الایکۃ اور اصحابِ مدین کے لیے مبعوث کیے گئے تھے

الوَجہ (Al-wajh) : بحرِ احمر کا ساحلی شہر ، جدہ اور ینبوع سے اوپر واقع ہے۔

قومِ ثمود کا عقیدہ

1- قومِ ثمود بھی ، اپنی پیش رو قومِ عاد کی طرح منکرِ قیامت تھی۔

﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ﴾ (الحاقة : 4)

2- قومِ ثمود ، حضرتِ صالحؑ کی دعوت کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا تھی۔

﴿وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ﴾ (هود : 62)

3- قومِ ثمود ، اپنی آباء پرستی کو چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔

﴿اَتَنْهٰنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا﴾ (هود : 62)

قومِ ثمود کی قیادت (Leadership)

قومِ ثمود کی قیادت کے لیے رَهْــط کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہ بھی متکبر تھی، کافر تھی، مفسد تھی، حضرتِ صالحؑ کی بینات پر مشتمل تعلیمات سے بے اعتنائی کا رویہ روا رکھتی تھی۔ اِس نے حضرتِ صالحؑ کے قتل کی منصوبہ بندی کی۔

1- قومِ ثمود میں ، نو (9) جتھے دار تھے ، جو فساد برپا کیا کرتے تھے۔

﴿وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾ (النمل : 48)

2- قومِ ثمود کے سرداروں (مَلَا) نے تکبر کا مظاہرہ کیا۔

﴿قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ﴾ (الاعراف : 75)

3- قومِ ثمود کے سرداروں (مَلَأ) نے، ایمان لانے والے کمزور مسلمانوں کا مذاق اُڑایا اور کہا:
"جس چیز پر تم ایمان لائے ہو، ہم اُس کا انکار کرتے ہیں۔"

﴿قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ صَالِحًا مُرْسَلٌ مِنْ رَبِّهِ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ o قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي آمَنْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ﴾ (الاعراف : 75,76)

قومِ ثمود کے جرائم

1- قومِ ثمود کو سرکش اور مسرف قیادت (Leadership) کے احکامات پر عمل کرنے سے روکا گیا۔ لیکن انہوں نے ایسی بے لگام قیادت کی پیروی کی، چنانچہ ہلاک کی گئی۔

﴿وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ﴾ (الشعراء : 151)

2- قومِ ثمود نے اپنے پروردگار کے احکامات کی نافرمانی کی۔

﴿فَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ﴾ (الذاریات : 44)

3- قومِ ثمود کو حضرتِ صالحؑ پر اعتراض تھا کہ یہ اُن جیسے ایک عام آدمی (بَشَر) ہیں۔

﴿مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا﴾ (الشعراء : 154)

4- قومِ ثمود کو اپنے جیسے ایک آدمی کی پیروی منظور نہ تھی، جو رسول بھی تھا۔

﴿فَقَالُوا أَبَشَرًا مِنَّا وَاحِدًا نَتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا لَفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ﴾
(القمر : 24)

5- قوم ثمود نے حضرت صالحؑ کو بہت بڑے درجے کا جھوٹا اور غلط کار کہا۔

﴿ءَ اُلْقِیَ الذِّکْرُ عَلَیْهِ مِنْ بَیْنِنَا بَلْ هُوَ کَذَّابٌ اَشِرٌ﴾ (القمر : 25)

6- قوم ثمود نے اپنے رسول حضرت صالحؑ کو ایک سحر زدہ آدمی قرار دیا۔

﴿قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ﴾ (الشعراء : 153)

7- قوم ثمود کو ناصحین کی نصیحت سے سخت نفرت تھی۔

﴿وَنَصَحْتُ لَکُمْ وَلٰکِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ﴾ (الاعراف : 79)

8- گناہ گار اور مجرم قوم ثمود نے حضرت صالحؑ کی دعوت استغفار کو مسترد کر دیا۔

﴿فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ﴾ (هود : 61)

9- قوم ثمود نے اللہ کی ہدایت کو مسترد کرتے ہوئے اندھا بن کر رہنا پسند کیا۔

﴿وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَیْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰی عَلَی الْهُدٰی فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ﴾

(حم السجدة : 17)

10- قوم ثمود نے کسی نیک عمل سے پہلے حضرت صالحؑ سے عذاب کا مطالبہ کیا اور دعوت استغفار اور دعوت رحمت کو مسترد کر دیا۔

﴿قَالَ یٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّیِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (النمل : 46)

11- قوم ثمود سمجھتی تھی کہ حضرت صالحؑ اور حضرت صالحؑ پر ایمان لانے والے غریب مسلمانوں کی وجہ سے قوم پر نحوست طاری ہو گئی ہے۔

﴿قَالُوا اطَّیَّرْنَا بِکَ وَبِمَنْ مَّعَکَ﴾ (النمل : 47)

12- قومِ ثمود نے نہایت سرکشی (طَغْویٰ) کے ساتھ حضرت صالح کی دعوتِ توحید کو جھٹلایا۔

﴿ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَا ﴾ (الشمس : 11)

13- قومِ ثمود نے تنبیہات (النُّذُر Warnings) کو جھٹلا دیا۔

﴿ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴾ (القمر : 23)

14- قومِ ثمود نے اُونٹنی کو مار ڈالا اور اللہ کے احکام کی نافرمانی کی۔

﴿ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ ﴾ (الاعراف : 77)

15- قومِ ثمود نے تکذیب کرتے ہوئے اُونٹنی کو مار ڈالا۔

﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ﴾ (الشمس : 14)

16- قومِ ثمود زمین پر فساد برپا کرتی تھی اور اصلاح قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھی۔

﴿ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴾ (الشعراء : 152)

17- قومِ ثمود نے اپنے رسول حضرتِ صالح سے عذاب کا مطالبہ کیا۔

﴿ يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ (الاعراف : 77)

18- قومِ ثمود نے حضرتِ صالح کے قتل کی منصوبہ بندی کی۔

﴿ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ﴾ (النمل : 49)

''ہم صالح اور اُن کے گھر والوں پر رات کو اچانک حملہ کریں گے۔''

قومِ ثمود کے ایک بدبخت اور سرکش آدمی کا کردار

قومِ ثمود میں ایک نہایت سرکش اور بدبخت (اَشْقٰی) آدمی تھا۔ قوم نے اُسے آواز دی۔ اُسی بدبخت آدمی نے اللہ کی اونٹنی کو مار ڈالا۔ کہتے ہیں اِس کا نام قدار بن سالف تھا۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا تھا کہ دو آدمی بدبخت ہیں۔ پہلا

ثمود کا سرخ فام آدمی جس نے اونٹنی کو قتل کر دیا تھا ، اور دوسرا اے علیؓ ! وہ شخص جو تجھے (سر پر) ضرب لگائے ، جس سے (داڑھی) تر ہو جائے گی۔ (یعنی عبدالرحمٰن ابن ملجم خارجی)

a- ﴿ اِذِ انۢبَعَثَ اَشۡقٰهَا ﴾ (الشمس : 12)

b- ﴿ فَنَادَوۡا صَاحِبَهُمۡ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴾ (القمر : 29)

قوم ثمود کی ہلاکت اور اُس کا طریقۂ کار

قومِ ثمود کو کئی طریقوں (Multiple Means) سے یعنی صَاعِقَة (بجلی) ، صَیحَة (زوردار آواز، دھماکہ) اور رَجۡفَة (زلزلہ) تینوں کے ذریعے ہلاک کیا گیا۔

مندرجہ ذیل آیات پر غور کیجیے:

1- قومِ ثمود کو اُن کے گناہوں کے سبب اللہ تعالیٰ نے پیوندِ خاک کر دیا۔

﴿ فَدَمۡدَمَ عَلَيۡهِمۡ رَبُّهُمۡ بِذَنۢبِهِمۡ ﴾ (الشعراء : 14)

2- قومِ ثمود کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی نافرمانی کے جرم میں بجلی کے عذاب سے ہلاک کیا گیا۔

﴿ فَعَتَوۡا عَنۡ اَمۡرِ رَبِّهِمۡ فَاَخَذَتۡهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمۡ يَنۡظُرُوۡنَ ﴾

(الذاریات : 44)

3- ظالم قومِ ثمود کو ، ایک آواز اور ایک دھماکے (الصَّیۡحَة) سے ہلاک کیا گیا۔

a- ﴿ وَاَخَذَ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوا الصَّيۡحَةُ ﴾ (ھود : 67)

b- ﴿ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ صَيۡحَةً وَّاحِدَةً ﴾ (القمر : 31)

4- قومِ ثمود زلزلے سے ہلاک کیے گئے۔

﴿ فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ ﴾ (الاعراف : 78)

5- قومِ ثمود کو، اونٹنی کی ہلاکت کے بعد، اپنے گھروں میں مزے کرنے کے لیے "تین دن کی مہلت" دی گئی۔

﴿فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ﴾ (هود : 65)

6- قومِ ثمود کی چالوں کے جواب میں ، اللہ نے پوری قوم کو ہلاک کر کے رکھ دیا۔

﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾
(النمل : 50,51)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مجرم قیادت کے ساتھ، اُس کی پیروی کرنے والے عوام بھی دھر لیے گئے۔ عذاب کے نتیجے میں ساری قوم ہلاک کردی گئی۔ صرف ایک آدمی ابو رغال بچ گیا، جو اُس وقت حرم کی سرزمین میں تھا ، جب وہ حرم کے حدود سے باہر آیا تو وہ بھی اس عذاب میں گرفتار ہوگیا۔ (مسند احمد)

7- قومِ ثمود کے پرہیزگار مسلمانوں کو بچالیا گیا ، جو حرام کاموں سے بچنے والے متقی تھے۔

﴿وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾ (النمل : 53)

مقصدِ ہلاکت

قومِ ثمود کو ، قومِ عاد کی ہلاکت کے بعد ، اللہ تعالیٰ نے زمین پر جانشین بنایا تھا۔

﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ (الاعراف : 74)

اِن کی ہلاکت کا مقصد ، زمین کو مجرموں سے پاک کر کے دوسری قوموں کو میدانِ امتحان وعمل میں لا کھڑا کرنا تھا۔ قانونِ ہلاکتِ اقوام اور قانونِ استبدالِ اقوام اللہ تعالیٰ کی دو مستقل سنتیں ہیں۔

قومِ لوطؑ کی ہلاکت

حضرت لوطؑ ، حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے۔عراق سے ہجرت کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے انہیں اُردن (Jordan) میں دعوت وتبلیغ کے لیے مامور کیا تھا۔ان کا زمانہ (2,100 BC) کے لگ بھگ کا ہے۔قومِ لوطؑ بحرِ مردار (Dead Sea) کے پاس سدوم (Sodom) اور امورہ (Amoura) کے علاقے میں آباد تھی۔

حضرتِ لوطؑ کی دعوت

1- حضرتِ لوطؑ نے توحید ، تقویٰ اور اِطاعتِ رسول کی دعوت دی۔

﴿اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ o فَاتَّقُوْا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ﴾

(ھود : 163,162)

2- حضرتِ لوطؑ نے قوم کے بدکردار لوگوں سے کہا ، جو بدفعلی کرنا چاہتے تھے:

"اللہ سے ڈرو! مجھے مہمانوں کے سامنے رسوانہ کرو! کیا تم میں کوئی شریف آدمی نہیں!"

﴿فَاتَّقُوْا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ﴾

(ھود : 78)

قوم کی اِس روش پر حضرتِ لوطؑ تڑپ تڑپ گئے۔اُنہوں نے کہا کاش! میرے پاس تمہارے مقابلے کے لیے قوت ہوتی یا کوئی ﴿رُکْنٍ شَدِیْدٍ﴾ (مضبوط سہارا) ہوتا۔(ھود:80)

قومِ لوط کے جرائم

1- قومِ لوطؑ نے تمام پیغمبروں کو جھٹلایا۔

﴿کَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ الْمُرْسَلِیْنَ﴾ (الشعراء : 160)

4- قومِ لوطؑ (2,100ق م)
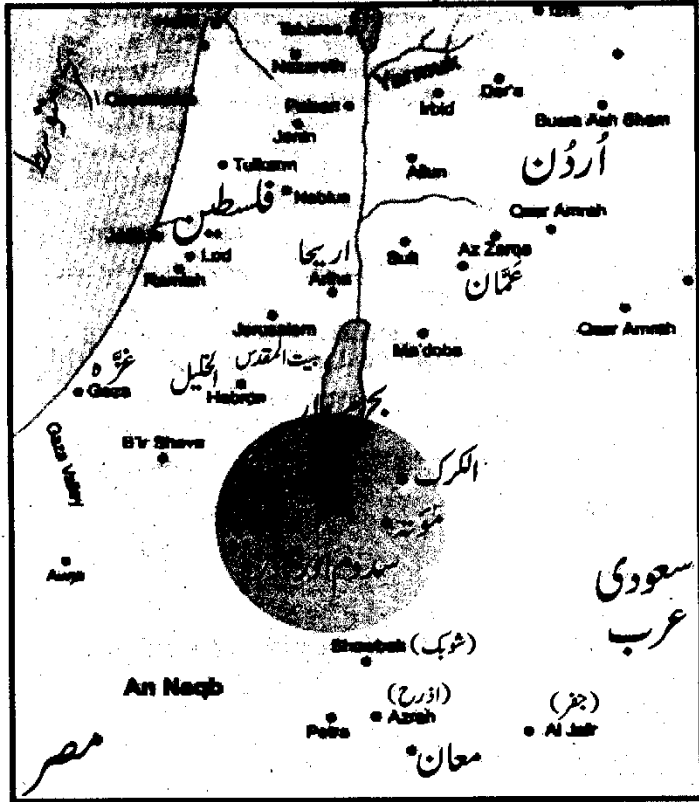
بحرِ مردار، بحرِ میت، بحرِ لوط (Dead Sea): اُردُن کے موجودصدر مقام عمّان سے بحرِ مردار کا فاصلہ بمشکل 50 کلومیٹر ہے۔ بحرِ مُردار کی لمبائی تقریباً 70-60 کلومیٹر ہے۔

سدوم (Sodom) اور عمورۃ (Amoura) کی بستیاں، بحرِ مردار سے متصل جنوب مشرق حصے میں واقع تھیں۔

سدوم (Sodom): امورہ سے متصل علاقہ، جہاں قومِ لوطؑ پر عذاب نازل ہوا تھا، اسی رعایت سے عملِ قومِ لوطؑ (Homo sexuality) کو انگریزی میں Sodomy بھی کہا جاتا ہے۔

عمورۃ، امورہ (Amoura): بحرِ مُردار کا جنوبی حصہ، جہاں قومِ لوطؑ پر عذاب نازل ہوا تھا۔

مؤتہ: کرک کے جنوب میں، اردن کا مشہور شہر، مؤتہ واقع ہے۔

کرک (Al-Karak): اُردن کا مشہور شہر، جو مؤتہ کے اوپر واقع ہے۔

حبرون (الخلیل) (Hebron): فلسطین کا مشہور شہر، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہاں حضرت ابراہیمؑ کی وفات ہوئی تھی۔

2- قومِ لوطؑ نے بھی تنبیہات (النُّذُر Warnings) کو جھٹلایا۔

﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ بِالنُّذُرِ﴾ (القمر : 33)

3- قومِ لوطؑ ایک فاسق یعنی بدعمل اور بدکردار قوم تھی۔

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ﴾ (الانبیاء : 74)

4- قومِ لوط ایک حد سے تجاوز کرنے والی قوم تھی (عادون)۔

﴿بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ﴾ (الشعراء : 166)

5- یہ مفسد قوم تھی۔ حضرتِ لوطؑ نے اِس مفسد قوم کے خلاف اللہ سے مدد طلب کی۔

﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ﴾

(العنکبوت : 30)

6- قومِ لوطؑ ایک مجرم قوم تھی۔ ان کی ہلاکت کے لیے فرشتے روانہ کیے گئے۔

﴿قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ﴾ (الحجر : 58)

7- قومِ لوطؑ بدکاریاں کیا کرتی تھی۔

a- ﴿كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ (هود : 78)

b- ﴿كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ﴾ (الانبیاء : 74)

8- قومِ لوطؑ راہ زن تھی، ڈاکے ڈالتی تھی۔

﴿وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ﴾ (العنکبوت : 29)

9- قومِ لوطؑ بھری مجلس میں حرام افعال اور منکرات کا ارتکاب کیا کرتی تھی۔

﴿وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ﴾ (العنکبوت : 29)

10- قوم لوط ، ہم جنسی (Homosexuality) کے خبط میں مبتلا تھی۔ اسے عورتوں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ یہ ایک مسرف قوم تھی۔

﴿ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴾ (الاعراف : 81)

11- اس قسم کی بدکاری، قوم لوط سے پہلے تاریخ میں کسی اور قوم نے نہیں کی، یہ اس گناہ کے موجد تھے۔

﴿ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (الاعراف : 80)

12- انسانی شکل میں آنے والے فرشتوں کو دیکھ کر ، قوم لوطؑ کے بدکاروں کی شہوانیت جاگ اُٹھی اور وہ خوش خوش ہو کر فرشتوں کے پاس آ پہنچے۔

﴿ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ (الحجر : 67)

13- قوم لوطؑ کے افراد اپنی شہوانیت کے نشے میں اندھے ہو چکے تھے۔

﴿ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴾ (الحجر : 72)

14- قوم لوطؑ نے اپنے رسول سے اللہ کے عذاب کا مطالبہ کیا۔

﴿ ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ (العنکبوت : 29)

قوم لوط کی قیادت (Leadership)

قوم لوط کی قیادت (Leadership) نے اپنے پیغمبر حضرت لوطؑ اور اُن پر ایمان لانے والے باکردار مسلمانوں کو اپنی بستی سے نکالنے (Deporatation) کا عزم کیا اور کہا کہ یہ بڑے پاکباز بنتے ہیں۔ انہیں ہمیں روکنے ٹوکنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

﴿ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴾ (الاعراف : 82)

قومِ لوط کی ہلاکت اور طریقۂ ہلاکت

قومِ لوط کو بھی کئی طریقوں (Multiple Means) سے یعنی تیز آندھی (حَاصِب)، پتھروں کی بارش، زوردار آواز اور دھماکے کے علاوہ، غالباً زلزلے اور خسفِ ارض سے اوندھا کر دیا گیا۔ مندرجہ ذیل آیات پر غور کیجیے:

1- قومِ لوطؑ کی فاسق بستی پر آسمان سے عذاب نازل کیا گیا۔

﴿ اِنَّا مُنۡزِلُوۡنَ عَلٰۤى اَهۡلِ هٰذِهِ الۡقَرۡيَةِ رِجۡزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ ﴾ (العنکبوت : 34)

2- قومِ لوطؑ پر ایک آندھی (حَاصِب") بھیجی گئی۔

﴿ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ حَاصِبًا ﴾ (القمر : 34)

3- قومِ لوطؑ کو ایک زوردار آواز کے دھماکے (الصَّیحَة) نے صبح سویرے جکڑ لیا۔

﴿ فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّيۡحَةُ مُشۡرِقِيۡنَ ﴾ (الحجر : 73)

4- حضرتِ لوطؑ کی قوم پر مٹی کے پتھروں سے بارش کی گئی اور ہر پتھر نشان زدہ تھا۔

﴿ وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهَا حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّيۡلٍ مَّنۡضُوۡدٍ ۝ مُّسَوَّمَةً عِنۡدَ رَبِّكَ ﴾ (هود : 82,83)

5- حضرتِ لوطؑ کی بستی کو تلپٹ (اوندھا) کر دیا گیا۔ غالباً یہ بھی زلزلے ہی کی کوئی قسم تھی۔

﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا جَعَلۡنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا ﴾ (هود : 82)

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قومِ لوط کو اُن کے گھناؤنے جرائم کی پاداش میں چار (4) مختلف طریقوں سے ہلاک کیا گیا۔

مقصدِ ہلاکت

قومِ لوط کی ہلاکت میں قیامت تک آنے والی تمام قوموں کے لیے عبرت اور نصیحت کا درس پوشیدہ ہے۔ ہر سمجھدار اور معقول آدمی اپنی خواہشات کو جائز اور فطری طریقے سے پورا کرنے کی کوشش کرے گا اور ہر خلافِ فطرت عمل سے گریز کرے گا۔ قرآن کہتا ہے:

﴿ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴾

(العنکبوت : 35)

''اور ہم نے اس بستی کی ایک کھلی نشانی چھوڑ دی ہے۔ ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کو تم قومِ لوط والا کام کرتے دیکھو تو یہ فعل کرنے والے کو بھی قتل کر دو اور جس کے ساتھ بدفعلی کی گئی ہے، اُسے بھی قتل کر دو!'' (ترمذی، حدیث 1456)

(مفعول کو صرف اُس صورت میں سزا دی جائے گی، جب وہ برضا و رغبت یہ کام کرے، لیکن اگر اُس سے بالجبر لواطت کی جائے تو صرف فاعل کو سزا دی جائے گی)

****

قومِ شعیبؑ کی ہلاکت

حضرتِ شعیبؑ دو قوموں کی طرف مبعوث کیے گئے تھے۔ قومِ مدین اور اصحاب الایکہ۔
اَصحابُ الاَیکہ تبوک میں آباد تھے ، اور ان سے 160 کلومیٹر کے فاصلے پر مغربی ساحل پر
مدین کی قوم آباد تھی۔ اِن کا زمانہ غالبًا 1,400 ق م کے لگ بھگ ہے۔

حضرتِ شعیبؑ کی دعوت

1- حضرت شعیب کا تعلق مدین ہی سے تھا۔

﴿ وَ اِلٰی مَدۡیَنَ اَخَاهُمۡ شُعَیۡبًا ﴾ (الاعراف : 85)

2- مدین کی قوم کو بھی ، توحید اور آخرت کی دعوت دی گئی۔

a- ﴿ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَیۡرُهٗ ﴾ (الاعراف : 85)

b- ﴿ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَ ارۡجُوا الۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ ﴾ (العنکبوت : 36)

3- قومِ مدین ، رزقِ حرام کی خوگر تھی۔ حضرتِ شعیبؑ نے اپنی قوم کو رزقِ حلال (بَقِیَّتُ اللّٰهِ) پر قانع رہنے کا مشورہ دیا۔ غالبًا یہ بگڑے ہوئے فاسق و منافق مسلمان تھے۔ اسی لیے انہیں ان کے ایمان کا واسطہ دے کر ، حرام خوری سے روکا گیا۔

﴿ بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴾ (ھود : 86)

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت حسن بصریؒ نے ﴿ بَقِیَّتُ اللّٰهِ ﴾ کی تفسیر رزقِ حلال سے کی ہے۔

4- حضرتِ شعیبؑ نے اپنی گناہ گار اور مجرم قوم کو استغفار اور توبہ کی دعوت دی۔

﴿ وَاسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡا اِلَیۡهِ اِنَّ رَبِّیۡ رَحِیۡمٌ وَّدُوۡدٌ ﴾

(ھود : 90)

5- قومِ شعیبؑ کا علاقہ (1,400 ق م)
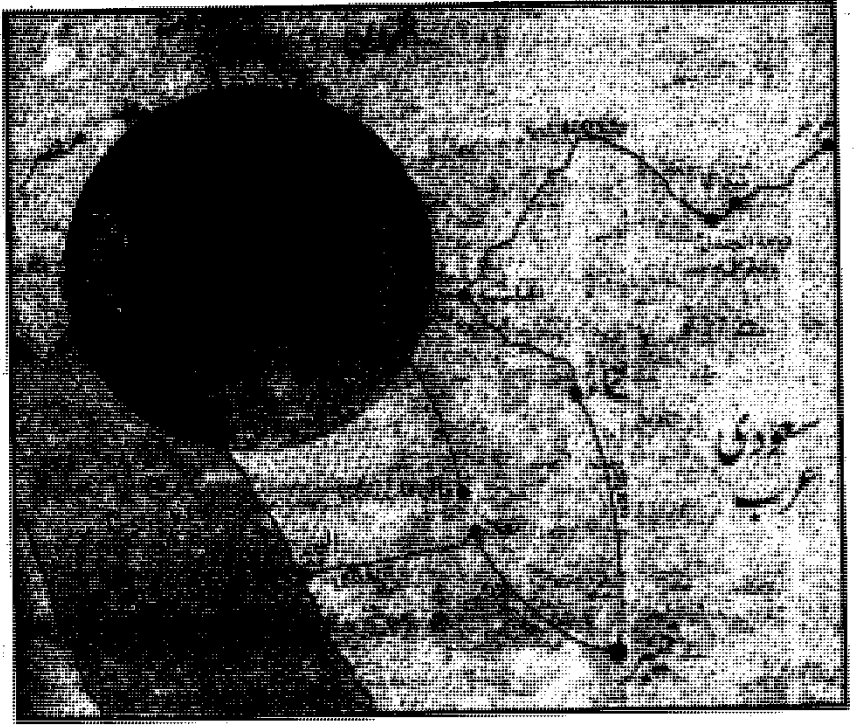
عقبہ (ایلہ، Elat): عقبہ اُردن کی بندرگاہ ہے ، جب کہ ایلہ یا ایلات اسرائیل کی بندرگاہ ہے ، یہی وہ مقام ہے ، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اَصحابُ السَّبت کا واقعہ پیش آیا تھا۔

تبوک (Tabuk): سعودی عرب کا مشہور شہر ، جو اُردن کی سرحد کے قریب واقع ہے۔ اُصحابُ الایکہ یہیں آباد تھے۔ مدین کا ساحلی علاقہ یہاں سے 160 کلو میٹر دور ہے۔ یہاں سے مشرق کی طرف سڑک دومۃ الجندل (الجوف) کو جاتی ہے۔ جنوب میں ایک سڑک تیماء کے راستے خیبر کو جاتی ہے۔

مدیان (مدین، Midyan): تبوک سے 160 کلو میٹر مغرب میں خلیج عقبہ کی جانب کا علاقہ۔ دراصل خلیج عقبہ کے دونوں جانب کا ساحلی علاقہ مدین کہلاتا ہے۔ یہ ضبا سے عقبہ تک پھیلا ہوا ہے۔ قومِ شعیبؑ یہیں کہیں آباد تھی۔

مقنع: مدین کا ساحلی شہر ، جو خلیج عقبہ پر واقع ہے۔

[illegible]: بحرِ احمر کا ساحلی شہر ، جو ضبا کے اوپر واقع ہے۔

ضبا (Duba): بحرِ احمر کا ساحلی شہر ، ینبوع اور الوجہ سے اوپر واقع ہے۔

الوجہ (Al-wajh): بحرِ احمر کا ساحلی شہر ، جدہ اور ینبوع سے اوپر واقع ہے۔

تیماء (Tayma): خیبر کے شمال مشرق میں ایک سڑک خیبر سے تبوک جاتی ہے، جس پر تیماء واقع ہے۔ یہ خیبر سے 230 کلو میٹر دور اور تبوک سے 266 کلو میٹر دور واقع ہے۔ خیبر اور تبوک کا درمیانی فاصلہ 496 کلو میٹر ہے۔

دومۃ الجندل (الجوف): تبوک کے مشرق میں 400 کلو میٹر دور واقع ہے۔ اس سے 30-40 کلو میٹر دور صوبہ الجوف کا صدر مقام سکا کا (Sakaka) ہے۔ تبوک سے سڑک الجوف اور سکا کا سے ہوتے ہوئے ، عراقی سرحد پر واقع سعودی عرب کے شہر عرعر (Ar-ar) کی طرف جاتی ہے۔

5- قومِ شعیبؑ حضرتِ شعیبؑ کی نمازوں کی معترف تھی، ان کے حلم اور رشد کی بھی قائل تھی، لیکن اپنے آباء واجداد کی اندھی تقلید کے خلاف کوئی بات سننے کو تیار نہ تھی۔

﴿ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴾ (هود : 87)

6- حضرت شعیبؑ بنیادی حقوق کی دہائی دیتے رہے اور کہتے رہے کہ کیا تم ہماری مرضی کے خلاف ہم پر اپنا مذہبی عقیدہ مسلط کرنا چاہتے ہو؟ تمہارا مذہب اختیار نہ کرنے کی صورت میں ہمیں جلاوطن کر دینے کی دھمکی دیتے ہو؟

﴿ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِيْنَ ﴾ (الاعراف : 88)

قومِ شعیبؑ کے جرائم

1- قومِ شعیبؑ تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتی تھی ، چنانچہ اس نے حضرتِ شعیبؑ سے کہا کہ آپ کی بہت ساری باتیں ، ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔

﴿ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ ﴾ (هود : 91)

2- قومِ شعیبؑ ، ناپ تول میں بے ایمانی کا مظاہرہ کرتی تھی۔ انہیں پورا ناپنے تولنے کا حکم دیا گیا۔

﴿ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ ﴾ (الاعراف : 85)

3- قومِ شعیبؑ ، لوگوں کو گھاٹا دیا کرتی تھی۔ انہیں گھاٹا دینے سے منع کیا گیا۔

﴿ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ ﴾ (الاعراف : 85)

4- قومِ شعیبؑ ڈاکے ڈالتی تھی۔ انہیں گزرگاہوں پر راہ زنی سے منع کیا گیا۔

﴿ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ ﴾ (الاعراف : 86)

5- قومِ شعیبؑ مفسد تھی۔ انہیں اصلاح کے بعد فساد سے منع کیا گیا۔

a- ﴿ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴾ (ھود : 85)

b- ﴿ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴾ (العنکبوت : 36)

c- ﴿ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ﴾ (الاعراف : 85)

قومِ شعیب کی قیادت (Leadership)

قومِ شعیبؑ کی قیادت غالباً فاسق مسلمانوں پر مشتمل تھی۔ حضرتِ شعیبؑ کو اپنی بداعمالیوں اور بدعتوں کی طرف بلاتی تھی۔ اِن کے معاشی رویے سراسر عدل و انصاف کے منافی تھے۔ یہ لوگ سخت متکبر تھے اور سیاسی طور پر بہت ہی بااثر تھے۔ انہوں نے حضرتِ شعیب کو جلاوطنی کی دھمکی دی تھی۔

1- قومِ شعیبؑ کی قیادت ، ایمان لے آنے والے نومسلموں کی راہ میں رکاوٹ بنتی تھی۔

﴿ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ﴾

(الاعراف : 86)

2- قومِ شعیبؑ کے سرداروں نے عوام کو، حضرتِ شعیبؑ کی پیروی سے باز رکھنے کی کوشش کی اور اُن کو نقصان پہنچانے کی دھمکی دی۔

﴿ وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴾ (الاعراف : 90)

3- قوم شعیبؑ کے سرداروں نے ، حضرتِ شعیبؑ اور اُن کے پیروکار مسلمانوں کو (ان کی مرضی کے خلاف) جلاوطنی (Deportation) کی دھمکی دی۔

﴿ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّکَ یٰشُعَیْبُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَکَ مِنْ قَرْیَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا قَالَ اَوَ لَوْ کُنَّا کَارِهِیْنَ ﴾ (الاعراف : 88)

4- قومِ شعیب کے سردار ، انسان کی مذہبی آزادی کے بنیادی حق (Freedom of Faith) کو تسلیم نہیں کرتے تھے ، انہوں نے دھمکی دی کہ آپ کے پاس صرف دو ہی راستے ہیں ، یا تو توحید چھوڑ کر دوبارہ ہمارا مذہب اختیار کر لیجیے یا پھر جلاوطنی کے لیے تیار ہو جایئے۔

﴿ لَنُخْرِجَنَّکَ یٰشُعَیْبُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَکَ مِنْ قَرْیَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا قَالَ اَوَ لَوْ کُنَّا کَارِهِیْنَ ﴾ (الاعراف : 88)

5- قومِ شعیبؑ ایک سیکولر (Secular) قوم تھی ، وہ حضرت شعیبؑ کے حلم و رُشد ، خشوع و خضوع اور تعبُّد کی معترف اور قائل تھی ، اُس نے حضرتِ شعیبؑ سے کہا: آپ کی نمازیں تو ٹھیک ہیں ، لیکن آپ کی نمازیں ہمیں باپ دادا کے طریقۂ عبادت سے کیوں منع کر رہی ہیں؟

اور آپ کی نمازیں ، ہمیں ہمارے مالی امور میں تصرف سے کیوں روک رہی ہیں؟۔

﴿ قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ اَنْ نَّتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا اِنَّکَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ ﴾

(هود : 87)

6- مَلَأ (سرداروں) نے حضرتِ شعیبؑ کو دھمکی دی کہ آپ ہماری برادری کے ایک کمزور آدمی ہیں۔ اگر آپ ہماری برادری سے نہ ہوتے تو آپ کو سنگسار کر دیا جاتا۔

﴿ وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا وَلَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴾ (ھود : 91)

7- قومِ شعیبؑ بہت خوشحال تھی۔ حضرتِ شعیبؑ نے کہا کہ تمہیں کمی دینے کی کیا ضرورت ہے۔؟

﴿ اِنِّىٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ ﴾ (ھود : 84)

اَصحابُ الاَیکہ کے جرائم

اصحابُ الایکہ، تبوک کے آس پاس آباد تھے۔ یہ شہر، قومِ ثمود (مدائنِ صالح) کے شمال میں 270 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

تبوک، مدینہ منورہ کے شمال میں 680 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ تبوک کے مغرب میں مدین کا ساحلی علاقہ ہے، جو تبوک سے تقریباً 160 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

1- اصحابُ الاَیکہ نے بھی تمام رسولوں کو جھٹلایا۔

﴿ كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ (الشعراء : 176)

2- اصحابُ الاَیکہ نے بھی حضرت شعیبؑ کو جھٹلایا۔

﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ﴾ (الشعراء : 189)

3- اصحابُ الاَیکہ نے بھی حضرت شعیبؑ کو سحر زدہ آدمی قرار دیا۔

﴿ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴾ (الشعراء : 85)

4- اصحابُ الایکہ کا بھی اعتراض تھا کہ حضرت شعیبؑ انہیں کی طرح ایک عام آدمی (بَشر) ہیں اور وہ جھوٹے ہیں ، اور ایک بشر ، رسول کیسے ہوسکتا ہے؟

﴿وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّکَ لَمِنَ الْکٰذِبِیْنَ﴾

(الشعراء : 186)

5- اصحاب الایکہ بھی ناپ تول میں کمی کرتی ، لوگوں کو گھاٹا دیتی اور زمین میں فساد برپا کرتی تھی۔ انہیں ان کاموں سے منع کیا گیا۔

﴿اَوْفُوا الْکَیْلَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ ۝ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ۝ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَ ھُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ﴾ (الشعراء : 181 تا 183)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے ، اس پر قحط سالی ، مشقت اور حکمرانوں کا ظلم وستم مسلط کر دیا جاتا ہے۔“ (ابن ماجہ ، حدیث:4019)

6- قومِ شعیبؑ نے بھی مطالبہ کیا کہ آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا کر دکھاؤ۔

﴿فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا کِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ﴾

(الشعراء : 187)

قومِ شعیبؑ کی ہلاکت اور طریقۂ ہلاکت

قومِ شعیبؑ کو بادلوں والے دن ، ایک زوردار آواز کے دھماکے اور زلزلے سے ہلاک کیا گیا۔

1- قومِ شعیبؑ ایک ظالم قوم تھی۔ اسے ایک زوردار آواز والے دھماکے سے ہلاک کیا گیا۔

﴿وَاَخَذَتِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِھِمْ جٰثِمِیْنَ﴾

(ھود : 94)

2- قومِ شعیبؑ کو زلزلے (الرجفة) سے ہلاک کیا گیا۔

a- ﴿فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِیۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِیۡنَ﴾ (الاعراف : 91)

b- ﴿فَكَذَّبُوۡهُ فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِیۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِیۡنَ﴾ (العنکبوت : 37)

3- اصحابُ الایکہ کو اُن کی تکذیب کے جرم میں، بادلوں والے دن ایک بڑے عذاب سے ہلاک کیا گیا۔

﴿فَكَذَّبُوۡهُ فَاَخَذَهُمۡ عَذَابُ يَوۡمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ﴾ (الشعراء : 189)

****
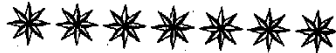
آلِ فرعون اور آج کے کافر

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۝

" اور آلِ فرعون کے پاس بھی تنبیہات آئی تھیں "

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا

"مگر انہوں نے ہماری ساری نشانیوں کو جھٹلا دیا "

فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

"آخر کو ہم نے انہیں پکڑا ، جس طرح کوئی زبردست قدرت والا پکڑا کرتا ہے۔"

اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ

"کیا تمہارے کفار کچھ اُن لوگوں سے بہتر ہیں؟ "

اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِى الزُّبُرِ ۝﴾ (القمر : 41 تا 43)

"یا آسمانی کتابوں میں تمہارے لیے کوئی معافی لکھی ہوئی ہے؟"

قومِ فرعون کی ہلاکت

حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل میں سے تھے۔ بنی اسرائیل کو حضرت یوسفؑ نے 1,900 ق م میں مصر لا کر آباد کیا تھا۔ بنی اسرائیل نے مصر میں چھ سو سال قیام کیا۔ حضرت موسیٰؑ نے بچپن اور ابتدائی جوانی کے ایام مصر میں گذارے۔ دس (10) سال کا عرصہ مدین میں گذارا (صحیح البخاری، حدیث: 2684 ، ابن عباسؓ) ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ مصر بھیجا ، تاکہ سرکش فرعون کو راہِ راست پر لایا جائے۔ فرعون نے انکار کیا۔ حضرتِ موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے وادیٔ سینا اور فلسطین کی طرف خروج (Exodus) کیا۔ ان کا زمانہ 1,300 ق م کے لگ بھگ کا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کو تورات عطاء کی گئی۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تورات اپنے ہاتھ سے لکھی۔ (حدیث: 4701)

حضرتِ موسیٰؑ کی دعوت

1- حضرت موسیٰؑ نے سرکش (طاغی) فرعون کو تزکیے کی دعوت دی۔

﴿ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ﴾ (النازعات : 18)

2- حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو اپنی رہنمائی میں خشیتِ الٰہی اختیار کرنے کی دعوت دی۔

﴿ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴾ (النازعات : 19)

3- اللہ تعالیٰ نے حضرتِ موسیٰؑ کو فرعون اور مجرم الِ فرعون کے لیے نو (9) معجزات عطا کیے تھے ، تا کہ وہ ایمان لا کر سرکشی کے رویے ترک کر دیں۔ ان میں عصا ، ید بیضاء ، جادوگروں کو شکست اور اعلان کے مطابق قحط سالی کے علاوہ ، طوفان ، ٹڈی دل ، جوئیں ،

6- خروجِ بنی اسرائیل (Exodus)
بحرِ متوسط
Beesan
Jordan River
جلعاد
بیت المقدس
Ariha
اُردن
الخلیل
الکرک
مؤتہ
رعمسیس
جشن
نہر سویز
جزیرہ نما سینا
بحیرات مُرّہ
ممفس
دشتِ صین
قادس
کوہِ ہور
عیون موسیٰ
مارہ
دشتِ تیہ
ایلیم
دشتِ فاران
عقبہ وایلہ
حیصرات
تبعیر
مصر
کوہِ طور
رفیدیم (حورب)
مدین
Midian
سعودی عرب
بحرِ احمر
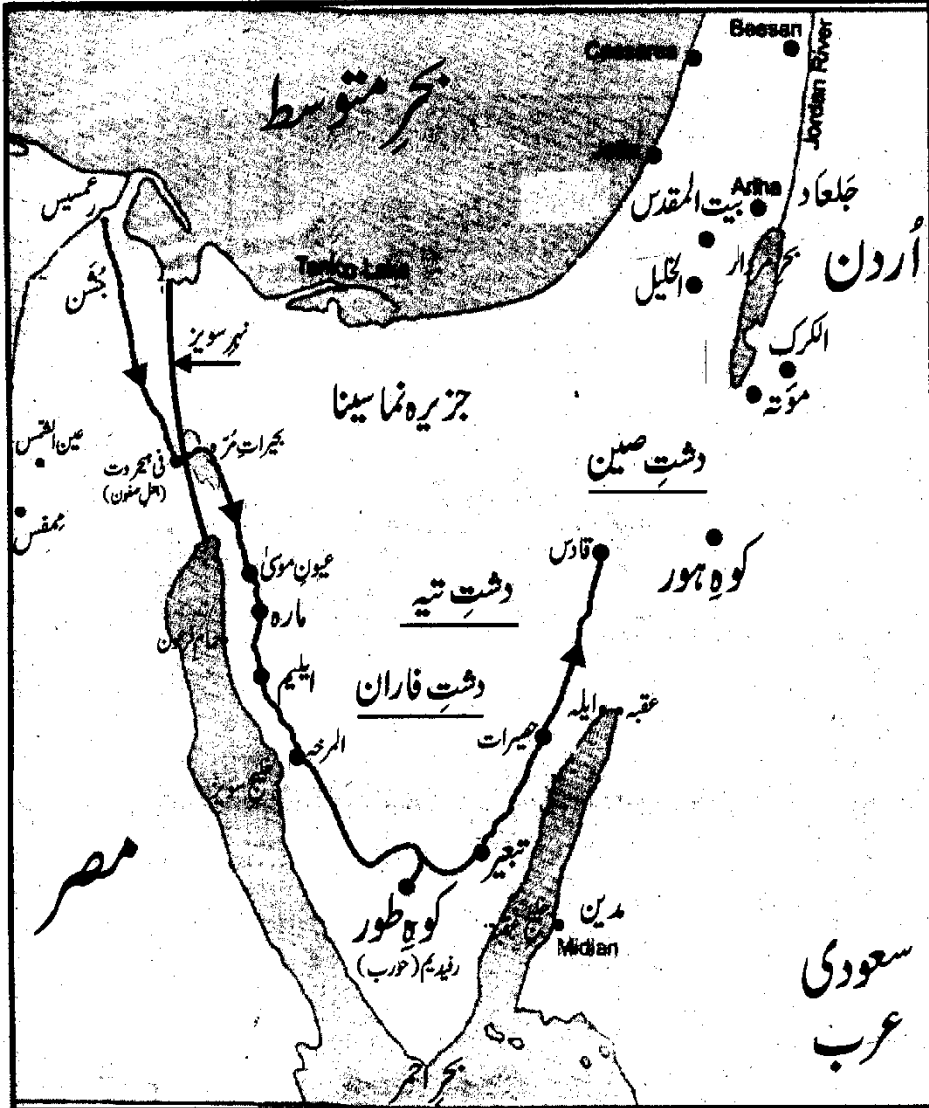
مقام	تفصیل
رعمسیس (Ramsus) :	مصر کا قدیم دارالسلطنت
جشن	مصر کا وہ علاقہ ، جہاں حضرت یوسفؑ نے بنی اسرائیل کو (غالباً 1,900 ق م میں) لاکر آباد کیا تھا۔
ممفس (منف ، Memphis) :	حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں مصر کا دارالسلطنت تھا۔ (Manf)
عین الشمس (Heliopolice) :	مصر کا قدیم شہر جو دریائے نیل کے قریب واقع ہے۔
خروج (Exodus) :	غالباً 1,310 ق م میں ، حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے خروج کیا اور بعل صفون اور بحیرات مرّہ سے ہوکر جزیرہ نما سینا میں داخل ہوئے۔ یہاں مارہ، ایلیم، المرخہ اور فاران رفیدیم سے ہوتے ہوئے ، جبلِ موسیٰؑ پہنچے ، جسے کوہِ طور کہتے ہیں۔
فی حیروت (غالباً بعل صفون ـ مجدال) :	بائبل کا وہ مقام ، جہاں سے ہوکر بنی اسرائیل نے سمندر (بحیرات مرّہ) پار کیا تھا۔
بحیرات مرّہ (Bitter Lakes) :	اِنہی دریاؤں کو حضرت موسیٰؑ نے عصا پھینک کر پار کیا تھا اور غالباً اِنہی میں فرعون اور اُس کے لشکر غرق ہوکر ہلاک کیے گئے تھے۔ بحیراتِ مرّہ ، خلیج سویز سے آج کل فاصلے پر واقع ہیں ، لیکن قدیم زمانے میں سمندر کا پانی اِن سے جاملتا تھا۔
نہر سویز (Suez Canal) :	خلیج سویز کو بحرِ روم سے جوڑنے کے لیے چند سال پہلے ایک نہر بنائی گئی ہے ، جو بحیراتِ مرّہ کے پاس سے گزرتی ہے۔ یہ علاقہ مصر کے قبضے میں ہے۔
عیون موسیٰ :	خروج کے بعد حضرت موسیٰؑ اس راستے جزیرہ نما سینا میں داخل ہوئے تھے۔
حمام فرعون	خلیج سویز کا ایک ساحلی مقام ، کہا جاتا ہے یہیں سے فرعون کی لاش برآمد ہوئی تھی۔
ایلیم	حضرت موسیٰؑ اسی مقام سے ہوتے ہوئے ، کوہِ طور تک پہنچے تھے۔
المرخہ	(بیابانِ سین) کہا جاتا ہے یہ وہی مقام ہے ، جہاں سے مَن وسلویٰ کا نزول شروع ہوا تھا۔
[illegible] (حوریب)	کوہِ طور کا علاقہ۔
[illegible] (طور سینین) :	یہاں حضرت موسیٰؑ کو شریعت عطا ہوئی تھی۔ (حوریب ، جبلِ موسیٰ ، وادیٔ مقدس طویٰ)
[illegible]	کوہِ طور سے عقبہ کی جانب جانے والے راستے پر واقع ہے۔
[illegible]	نعیبو اور عقبہ کے درمیان واقع ہے۔
دشتِ فاران	کوہِ طور کا شمالی حصہ ، جہاں بنی اسرائیل صحرانوردی کرتے رہے۔
قادس	یہ وہ مقام ہے ، جہاں حضرت یوشعؑ ، حضرت کالبؑ اور بنی اسرائیل کے دوسرے سرداروں نے حضرت موسیٰؑ کو دشمنوں کی قوت کے بارے میں رپورٹ دی تھی۔ حضرت یوشعؑ (Jashua) اور حضرت کالب (Caleb) کے علاوہ دیگر سرداروں کی رپورٹ حوصلہ شکن تھی ، چنانچہ بنی اسرائیل نے جہاد سے انکار کیا ، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے فلسطین کی مقدس سرزمین چالیس سال تک اِن پر حرام کردی۔ چالیس سال گزرنے کے قریب آئے تو اُدوم کی سرحد کے قریب کوہِ ہور پر حضرت ہارونؑ نے وفات پائی۔ جس کے بعد حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو لے کر موآب کے علاقے میں داخل ہوئے۔ (سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 23 میں حضرت یوشعؑ اور کالب کا حوالہ موجود ہے)
عقبہ (ایلہ ، Elat) :	عقبہ اُردن کی بندرگاہ ہے ، جب کہ ایلہ یا ایلات اسرائیل کی بندرگاہ ہے ، یہی وہ مقام ہے ، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اصحابُ السّبت کا واقعہ پیش آیا تھا۔

مینڈک اور خون کے عذاب شامل تھے۔ لیکن مجرموں نے تکبر سے کام لیا۔

﴿ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴾

(الاعراف : 133)

4- حضرت موسیٰؑ آزادئ مذہب (Freedom of Faith) کے قائل تھے۔ انہوں نے صاف کہہ دیا: ''اگر تم ایمان لانا نہیں چاہتے تو نہ لاؤ ! مجھے آزاد چھوڑ دو ! میں اپنے عقیدے پر چلوں گا۔''

﴿ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴾ (الدخان : 21)

فرعون کے الزامات اور اعتراضات

1- فرعون نے حضرت موسیٰؑ کو بنی اسرائیل کا مجنون (پاگل) قرار دیا۔

﴿ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴾

(الشعراء : 27)

2- فرعون نے اپنے درباری مشیروں اور اعیانِ حکومت (مَلَأ) سے کہا کہ حضرت موسیٰؑ ایک بہت بڑے ماہر جادوگر ہیں۔

﴿ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴾ (الشعراء : 34)

3- فرعون سمجھتا تھا کہ حضرت موسیٰؑ جادوگر ہیں ، جو جادو کے زور سے فرعونیوں کو مصر سے نکال کر خود اقتدار پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔

﴿ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴾

(طٰهٰ : 57)

4- فرعون نے جادوگروں سے کہا کہ تمہیں یہ جادو ، تمہارے بڑے (موسیٰؑ) نے سکھایا ہے۔

﴿ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ﴾ (طٰهٰ : 81)

5- فرعون نے حضرت موسیٰؑ کو جادوگر یا پاگل قرار دیا۔

﴿ وَقَالَ سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴾ (الذاریات : 39)

6- فرعون ، ہامان اور قارون نے حضرت موسیٰؑ کو جادوگر اور ایک بڑا جھوٹا فریبی قرار دیا۔

﴿ فَقَالُوْا سَاحِرٌ كَذَّابٌ ﴾ (المومن : 24)

7- حضرت موسیٰؑ پر اعتراض کیا گیا کہ اُن کے ساتھ فرشتے کیوں نازل نہیں کیے گئے اور انہیں سونے کے کنگن کیوں عطا نہیں ہوئے؟

﴿ فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴾ (الزخرف : 53)

فرعون کی دھمکیاں

1- فرعون نے اُلُوهِیَّت (Sovereignty) کا دعویٰ کیا اور حضرت موسیٰؑ کو دھمکی (Threat) دی کہ اگر تم میری اُلُوهِیَّت یعنی میرے اقتدار کی بالادستی کو تسلیم نہیں کرو گے تو تمہیں جیل کی ہوا کھانی پڑے گی۔

﴿ قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴾

(الشعراء : 29)

2- فرعون نے حضرت موسیٰؑ کو سنگسار کر دینے کی دھمکی دی لیکن وہ اللہ تعالیٰ سے پناہ حاصل کر چکے تھے

﴿ وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴾ (الدخان : 20)

3- فرعون نے ہر ظالم و جابر ڈکٹیٹر کی طرح مسلمان ہونے والے جادوگروں کو کھجور کے درختوں پر پھانسی دے کر لٹکانے اور ہاتھ پاؤں کٹوا دینے (Persecution) کی دھمکی دی۔

a- ﴿ فَلَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُم مِّنْ خِلَافٍ وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ أَيُّنَآ أَشَدُّ عَذَابًا وَأَبْقَىٰ ﴾ (طٰہٰ : 71)

b- فرعون نے نومسلم جادوگروں کو پھانسی اور ہاتھ پاؤں کٹوا دینے کی دھمکی دی۔

﴿ لَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُم مِّنْ خِلَافٍ وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ ﴾ (الشعراء : 49)

4- حضرت موسیٰؑ اور اُن کے مسلمان ساتھیوں کا قصور ، بس اتنا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لے آئے تھے۔ فرعون اور اُس کی حکومت سچے مؤمنین کے لیے سخت مُنتَقِمُ المِزَاج تھی۔

﴿ وَمَا تَنقِمُ مِنَّآ إِلَّآ أَنْ ءَامَنَّا بِـَٔايَٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ﴾ (الاعراف : 126)

فرعون کی ربوبیت ، اُلوہیت اور اقتدارِ اعلیٰ کے دعوے

1- فرعون نے ربوبیت کا دعویٰ کیا کہ میں سب سے بڑا ربّ (Super Power) ہوں۔

﴿ فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ﴾ (النازعات : 24)

2- فرعون نے اُلوهیّت (Sovereigity) کا دعویٰ کیا اور حضرت موسیٰؑ کو دھمکی دی کہ اگر تم میری اُلوهیّت یعنی میرے اقتدار کی بالادستی کو تسلیم نہیں کرو گے تو تمہیں جیل کی ہوا

کھانی پڑے گی۔

﴿قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ﴾ (الشعراء : 29)

3- فرعون اپنے آپ کو، ملکِ مصر اور اُس کے دریاؤں کا مالک، آقا، حکمران، حاکم، شارع اور مقتدرِ اعلیٰ (Sovereign) سمجھتا تھا، جب کہ اصل حکمران اللہ ہی ہے۔

﴿وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ (الزخرف : 51)

4- فرعون خود کئی خداؤں (اٰلِهَة) کو ماننے والا مشرک تھا۔ اُس کے دعویٰ ربوبیت اور دعویٰ الوہیت کا مطلب صرف یہ تھا کہ میں مختارِ کل (Sovereign) ہوں۔ اُس کے عسکری مشیروں (مَلَأ) نے فرعون کو اپنے نسلی تعصب سے غیرت دلائی اور کہا کہ کیا آپ موسیٰ اور اُن کی قوم بنی اسرائیل کو فساد کے لیے یوں ہی چھوڑ دیں گے؟ موسیٰ آپ کے اقتدار کا بھی منکر ہے اور آپ کے خداؤں (اٰلِهَة) کا بھی منکر ہے۔ ہمیں موسیٰ اور اُن کی قوم کو کچلنا ہے اور ہم پوری عسکری قوت رکھتے ہیں کہ انہیں کچل کر نیست و نابود کر دیں۔

﴿اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ، وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ﴾ (الاعراف : 127)

5- فرعون نے ہامان کو حکم دیا کہ وہ ایک اونچی عمارت تعمیر کرے، تاکہ موسیٰ کے خدا (اِلٰه) کو آسمانوں پر چڑھ کر دیکھوں کہ وہ ہے بھی یا نہیں؟ وہ حضرت موسیٰ کو جھوٹا سمجھتا تھا۔

﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ○ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا﴾

(المومن : 36,37)

قوم فرعون کے جرائم

1- فرعون علُوّ في الارض کا مجرم تھا۔ زمین پر بڑا بنتا تھا۔ وہ خود کو حاکم اعلیٰ سمجھتا تھا۔

﴿ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ ﴾ (القصص : 4)

2- فرعون طاغي (سرکش) ہو گیا تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اُس کے پاس حضرت موسیٰؑ کو بھیجا۔

﴿ اذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴾ (طٰهٰ : 24)

3- فرعون کو اللہ کے مقابلے میں (عُلو) سرکشی سے روکا گیا۔ وہ حاکمیت الٰہی کا منکر تھا۔

﴿ وَاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ﴾ (الدخان : 19)

4- فرعون سرکش (عالي) اور حد سے نکل جانے والا (مسرف) آدمی تھا۔

﴿ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴾ (الدخان : 31)

5- فرعون بنی اسرائیل پر مظالم ڈھاتا، حضرت موسیٰؑ نے اُسے مظالم سے روکا اور بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ واپس فلسطین لے جانے کی اجازت دینے کا مطالبہ کیا۔

a- ﴿ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ﴾ (طٰهٰ : 47)

b- ﴿ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ (الشعراء : 18)

6- فرعون، شہریوں کو طبقاتی کشمکش میں مبتلا کرتا تھا، وہ ایک متعصب قوم پرست تھا۔ ایک طبقے کو کمزور کرتا تھا، اور دوسرے طبقے کی بے جا حمایت۔

﴿ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ ﴾

(القصص : 4)

7- فرعون، نسل کشی (Ethnic Cleansing) کے جرم کا بھی مرتکب تھا۔

﴿ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ ﴾ (القصص : 4)

8- فرعون اپنے آپ کو ، حضرت موسیٰؑ سے برتر سمجھتا تھا۔

﴿ اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ وَّلَا یَكَادُ یُبِیْنُ ﴾
(الزخرف : 52)

9- فرعون نے حضرت موسیٰؑ کی دعوت کو جھٹلایا اور نافرمانی کی۔

﴿ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴾ (النازعات : 21)

10- فرعون، اللہ تعالیٰ کے مقابل کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا: میں موسیٰؑ کو قتل کروں گا! وہ اللہ کو پکار لے۔

(وَلْیَدْعُ رَبَّهٗ) میرے مقابل میں (نعوذُ باللّٰه) اللہ کیا کر لے گا؟

اُس نے حضرت موسیٰؑ کو فسادی کہا ، جو دین بدلنا چاہتے ہیں۔

﴿ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْیَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّیْٓ اَخَافُ
اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَكُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴾ (المومن : 26)

11- فرعون اور اُس کے درباری سردار (مَلَاءُ) فاسق تھے۔

﴿ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ
اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴾ (القصص : 32)

12- فرعون مفسد تھا۔

﴿ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴾ (القصص : 4)

13- فرعون ہامان اور ان دونوں کے لشکر بڑے خطا کار تھے۔

﴿ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِیْنَ ﴾
(القصص : 8)

14- فرعون اور اُس کے لشکروں (عسکری قوت) نے، بغیر کسی استحقاق کے زمین پر اپنے تکبر کا مظاہرہ کیا۔

﴿وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾

(القصص : 39)

یہ لوگ بھی ، قومِ عاد کی طرح قرآنی اصطلاح کے مطابق اِستکبار فی الارض کے مجرم تھے۔

15- فرعون خوفِ خدا سے عاری تھا، اسی لیے اُسے دعوت دی گئی کہ وہ ہدایت، نصیحت اور تخویف سے سبق حاصل کرے اور خشیت اختیار کرے۔

﴿لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾ (طٰہٰ : 44)

16- حضرت موسیٰؑ کے بڑے معجزات بھی ، فرعون کے لیے فائدہ پہنچا نہ سکے۔

﴿فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى﴾ (النازعات : 20)

17- جادوگروں نے حضرت موسیٰؑ سے مقابلے سے پہلے دعویٰ کیا: ''فرعون کی عزت و اقتدار کی قسم! ہم لوگ ہی حضرت موسیٰؑ و ہارون کے مقابلے میں غالب رہیں گے۔''

﴿بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ (الشعراء : 44)

18- اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ فرعون، ہامان اور اُن دونوں کے لشکروں کو وہ سب کچھ دکھا دیں ، جن کا انہیں خود اندیشہ تھا۔ وہ اپنے ضمیر کے مجرم تھے۔

﴿وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ﴾

(القصص : 6)

19- نزولِ عذاب کے بعد فرعون نے کلمہ پڑھا۔ مسلم ہونے کا اِقرار کیا۔ لیکن نزولِ عذاب کے بعد آخری وقت توبہ قبول نہیں کی جاتی۔

﴿قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾

(یونس : 90)

20- آخری وقت میں کیا خاک مسلمان ہوں گے؟ یہ مفسد تھے۔

﴿آلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ (یونس : 91)

21- فرعون کی لاش کو نمونۂ عبرت بنا کر محفوظ کر دیا گیا۔ آج بھی لوگ اس سے عبرت ونصیحت حاصل کرتے ہیں، لیکن بہت سے غافل بھی ہیں۔

﴿فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً وَإِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا لَغَافِلُوْنَ﴾ (یونس : 92)

22- اللہ تعالیٰ نے نجات کے بعد، بنی اسرائیل کو بھی سرکشی (طغوی) سے بچنے کا حکم دیا اور صاف بتا دیا کہ دوسری صورت میں اللہ کا غضب نازل ہوگا۔

﴿وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ﴾ (طٰہٰ : 81)

عُلُوّ فِی الأرض

عُلُوّ فی الأرض (Exaltation with False Pride) قرآن کی ایک خاص اصطلاح ہے۔ یہ جرم، فرعون سے منسوب کیا گیا ہے۔ عُلُوّ سے مراد، آسمانی وحی سے بے نیاز ہو کر، اللہ کی زمین پر، اللہ کی حاکمیت اور اللہ کے قانون کے مدِ مقابل، اپنی حاکمیت اور اپنا قانون نافذ کرنا ہے۔ اس اِصطلاح کی اصل روح کو سمجھنے کے لیے فرعون سے متعلق تمام قرآنی آیات کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ قرآن نے اِس سے ملتی جلتی ایک اور اصطلاح اِستکبار فی الارض کی بھی استعمال کی ہے، اس کے برعکس اسلامی قیادت تقوے کی دولت سے مالا مال ہوتی ہے۔

1- فرعون نے زمین پر اپنی بڑائی (عُلُو فی الارض) کا اظہار کیا۔

﴿إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ﴾ (القصص : 4)

-2 آخرت کا گھر (الدَّارُ الاٰخِرة) یعنی جنت، اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو عطا فرماتا ہے ، جن میں تین (3) صفات پائی جاتی ہیں:

(a) جو زمین پر بڑے نہیں بنتے ، یعنی عُلُوّ فی الاَرض کا مظاہرہ نہیں کرتے۔

﴿لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ﴾ (القصص : 83)

(b) جو زمین میں فساد برپا نہیں کرتے۔

﴿وَلَا فَسَادًا﴾ (القصص : 83)

(c) جو متقی بن کر حدود و قیود کے اندر ، اپنے سیاسی، انتظامی اور عسکری اختیارات استعمال کرتے ہیں۔ ﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ﴾ (القصص : 83)

-3 قومِ فرعون نے ضد، ظلم و زیادتی او عُلُوّ کی بنا پر ، جان بُوجھ کر (Knowingly) حضرت موسیٰؑ کی دعوت کا انکار کیا ، حالانکہ ان کے دل اس دعوت پر مطمئن ہو چکے تھے۔

﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا﴾

(النمل : 14)

-4 فرعون کے عُلُوّ اور اسراف کے نتیجے میں ایسی دہشت ، ایسی سراسیمگی اور ایسا خوف طاری ہوا کہ سوائے چند نوجوانوں کے کوئی حضرت موسیٰؑ پر ایمان نہ لایا۔ اُنہیں مظالم اور آزمائشوں کا خوف تھا۔

﴿فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰی اِلَّا ذُرِّیَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰی خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ یَّفْتِنَهُمْ ، وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِی الْاَرْضِ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِیْنَ﴾ (یونس : 83)

اس آیت سے عُلُو فی الارض اور اِسراف کی اصطلاحات کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

فرعونی قیادت نومسلم نوجوانوں کو قتل کرنے کا اِرادہ رکھتی تھی۔ (المؤمن:25)

5- فرعون سے کہہ دیا گیا تھا کہ اللہ کے مقابلے میں غُلُوّ کا مظاہرہ نہ کرو! یعنی اللہ کی حاکمیت کے مقابلے میں اپنی حاکمیت کا دعویٰ نہ کرو!

﴿وَاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ﴾ (الدخان : 19)

ہامان

1- ہامان کی حیثیت، غالباً فرعون کے وزیراعظم کی سی تھی۔ وزارتِ دفاع بھی غالباً اسی کے سپرد تھی۔ یا پھر وہ کمانڈر ان چیف یا ڈپٹی کمنڈر ان چیف تھا۔ قرآن نے (جُنُوْدُهُمَا) "دونوں کے لشکر" کا لفظ دو (2) بار استعمال کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ افواجِ مصر پر فرعون اور ہامان، دونوں کو کنٹرول حاصل تھا۔

﴿اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ﴾ (القصص : 8)

2- غالباً تعمیرات کا شعبہ بھی ہامان ہی کے ذمے تھا۔ فرعون نے ہامان کو ایک اونچی عمارت (Tower) بنانے کا حکم دیا، تا کہ اُس پر چڑھ کر وہ موسیٰؑ کے خدا کو دیکھ سکے۔ غالباً یہ گفتگو ایک خالص طنزیہ بات تھی، جب کہ فرعون حضرت موسیٰؑ کو جھوٹا سمجھتا تھا۔

﴿فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾

(القصص : 38)

مَلَأ (سردارانِ قوم، درباری اور عسکری قیادت Leadership)

- مَلَأ بھی قرآن کی ایک خاص اصطلاح ہے۔ اس سے مراد قوم کے سردار، سیاسی اور مذہبی لیڈر اَعیانِ حکومت، افسر شاہی، انتظامیہ (Bureaucracy)، عسکری مشیر، کمانڈر،

اقتصادی مشیر، درباری افسر ، وزیر اور امیر ہیں۔ فرعون جیسے فوجی ڈکٹیٹر کے مشیر و معاون ، دراصل فوج اور اُس کے مظالم کے پشت پناہ تھے۔

- فرعون کا اقتدار ، اسی سیاسی ، فوجی ،عسکری، مذہبی ، اقتصادی اور انتظامی قیادت (Leadership) کے گٹھ جوڑ کا شاخسانہ تھا۔ اُسے ہامان جیسے عسکری مشیر اور قارون جیسے سرمایہ دار اقتصادی مشیر کی حمایت حاصل تھی۔

1- اللہ نے عصا اور یدِ بیضا کے دو معجزات کے ساتھ ، حضرت موسیٰؑ کو فرعون اور اُس کی فاسق قیادت (مَلَأ) کی طرف دعوت کے لیے بھیجا۔

﴿ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِن رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهٖ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴾ (القصص : 32)

2- سرداروں (مَلَأ) نے حضرت موسیٰؑ کی دعوت کو سِحرٌ مُفتَرًی (گھڑا ہوا جادو) کہا اور اسے آباء واجداد کے طور طریقوں سے مختلف پا کر مسترد کر دیا۔

a- ﴿ قَالُوْا مَا هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِىْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴾ (القصص : 36)

b- فرعون اور مَلَأ نے حضرت موسیٰؑ کو جادوگر (ساحر) کہا اور طنزیہ کہا کہ ہماری ہدایت کے لیے دعا کیجیے ، شاید ہم ہدایت پا لیں۔

﴿ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴾ (الزخرف : 49)

3- فرعون اور درباری سرداروں (مَلَأ) کے حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ پر دو (2) اعتراضات تھے۔

a- ہم اپنے جیسے دو آدمیوں پر کیسے ایمان لا سکتے ہیں؟

b- اِن دو آدمیوں کا تعلق بھی ہماری غلام قوم سے ہے۔

﴿ فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴾

(المومنون : 47)

4- فرعون اور درباری سرداروں (مَلَأ) نے آیاتِ الٰہی کا مذاق اُڑایا۔

﴿ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴾ (الزخرف : 47)

5- فرعون اور اُس کے درباری سردار (مَلَأ) ، اپنے باپ دادا کے طریقے سے ہٹنا نہیں چاہتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ موسیٰ اور ہارونؑ زمین پر اپنی کبریائی چاہتے تھے۔ انہوں نے صاف طور پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔

﴿ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (یونس : 78)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ استکبار فی الارض کے جرم میں مبتلا یہ آباء پرست قیادت ، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ کی دعوت کو اپنی کبریائی کے لیے چیلنج سمجھتی تھی ، جب کہ یہ دونوں بزرگ اللہ تعالیٰ کی کبریائی قائم کرنا چاہتے تھے۔

6- فرعون کے درباری سرداروں (مَلَأ) نے حضرت موسیٰ و ہارون دونوں کو جھٹلا دیا۔

﴿ فَكَذَّبُوْهُمَا ﴾ (المومنون : 48)

7- فرعون نے سرداروں (مَلَأ) سے کہا: ”تمہارے لیے میں اپنے علاوہ کسی اور الٰہ کو نہیں جانتا۔“

یعنی وہ اپنے آپ کو مقتدرِ اعلیٰ (Sovereign) ، مختارِ کل ، حاکم ، شارع ، قانون ساز ، اور قوت و طاقت کا مرکز و محور سمجھتا تھا، جیسا کہ ہر زمانے کے ڈکٹیٹر اپنے آپ کو سمجھتے ہیں۔

﴿ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ﴾

(القصص : 38)

8- فرعون کے مشیر اور اعیانِ حکومت (مَلَأ) ، فرعونی طرزِ حکومت کو مثالی (Ideal System) سمجھتے تھے ، جیسا کہ آج یورپ اور امریکہ اپنے گندے معاشرے کو مہذب دنیا (Civilized world) سمجھتے ہیں۔ان کا خیال تھا کہ موسیٰؑ وہارونؑ دو جادوگر ہیں ، جو جادو کے زور سے انہیں ان کی زمین سے بے دخل کر کے ، انہیں اِن کی مثالی زندگی (طَرِيقَتِكُمُ المُثلىٰ) سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔

﴿ قَالُوٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيدَانِ أَنْ يُخْرِجَاكُمْ مِّنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيقَتِكُمُ الْمُثْلىٰ ﴾ (طٰهٰ : 63)

9- فرعون کے عسکری مشیروں (مَلَأ) نے فرعون کو اپنے نسلی تعصب سے غیرت دلائی اور کہا کہ کیا آپ موسیٰؑ اور اُن کی قوم بنی اسرائیل کو فساد کے لیے یوں ہی چھوڑ دیں گے؟ موسیٰؑ آپ کے اقتدار کا بھی منکر ہے اور آپ کے خداؤں (الِهَة) کا بھی منکر ہے۔ہمیں موسیٰؑ اور اُن کی قوم کو کچلنا ہے اور ہم پوری عسکری قوت رکھتے ہیں کہ انہیں کچل کر نیست ونابود کر دیں۔

﴿ اَتَذَرُ مُوسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ، وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴾ (الاعراف : 127)

10- فرعون اور اُس کے مشیروں (مَلَأ) نے متحد ہو کر ، نومسلم نوجوانوں کے قتل کا حکم صادر کیا۔ (فرعونی اقتدار میں بنی اسرائیل کے نومولود بچوں کو بھی قتل کر دیا جاتا تھا اور نومسلم نوجوانوں کو بھی)

﴿ قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ﴾ (مؤمن : 25)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی دعوت پر صرف چند نوجوان ہی کیوں ایمان لے آئے تھے۔

11- فرعون اور اُس کے مشیروں (مَلَاْ) نے متحد ہو کر ، حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کے خلاف ، بڑے منصوبے کے ساتھ ، اپنی سازشوں کا جال پھیلا کر حضرت موسیٰؑ کو چیلنج کیا۔

﴿ فَأَجْمِعُوا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوا صَفًّا ﴾ (طٰہٰ : 64)

12- فرعون اور اُس کی عسکری قیادت کی دہشت ، عوام پر اس بری طرح چھائی ہوئی تھی کہ سوائے چند نوجوانوں کے کوئی ایمان نہیں لے آیا۔ وہ مُسرف ، مُتکبّر اور جابر عسکری قیادت کی مصیبتوں اور آزمائشوں سے ڈرتے تھے۔ اُنہیں مذہبی آزادی میسر نہ تھی۔

﴿ فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰىٓ اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ، وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴾ (یونس : 83)

13- حضرت موسیٰؑ نے فرعون اور اُس کی عیاش عسکری قیادت کے خلاف ، جب حضرت موسیٰؑ کو یقین ہو گیا کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے ، بارگاہِ الٰہی میں بددعا کی کہ ان کے اَموال کو غارت کر دیا جائے اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی جائے۔

﴿ وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ، رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴾ (یونس : 88)

فرعون کے جرائم

قوموں کی ہلاکت میں اصل قصور تو قیادت (Leadership) ہی کا ہوتا ہے ، لیکن عوام بھی مجرم ہوتے ہیں۔ وہ فاسق اور مجرم قیادت کی پیروی کر کے خود بھی فاسق اور مجرم ہو جاتے ہیں۔ وہ

حضرت موسیٰؑ کی دعوت کو حق سمجھتے تھے ، لیکن محض ضد ، ظلم اور تکبر کی وجہ سے انکار کے مجرم بن گئے ، انہوں نے دکھ اور سکھ کی آزمائشوں سے کوئی سبق نہیں لیا ، چنانچہ ہلاک کیے گئے۔

1- قومِ فرعون کو ہلاکت سے پہلے ، اللہ تعالیٰ نے انہیں قحط سالی سے آزمایا ، تاکہ وہ حضرت موسیٰؑ کی نصیحت قبول کرلیں۔

﴿ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴾ (الاعراف : 130)

2- قحط سالی کے بعد ، اللہ نے آلِ فرعون کو خوشحالی سے آزمایا۔ آلِ فرعون خوشحالی کو اپنی ذات سے اور آفات کو موسیٰؑ اور اُن کے مسلمان ساتھیوں سے منسوب کرتے کہ یہ نحوست ان ہی کی وجہ سے ہے۔

﴿ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ، وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ، اَلَآ اِنَّمَا طَآئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ (الاعراف : 131)

3- آلِ فرعون آفات پر حضرت موسیٰؑ سے دعا کی درخواست کرتے اور جھوٹے منہ کہتے کہ آفت ٹلنے کی صورت میں نہ صرف ایمان لائیں گے ، بلکہ بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کردیں گے۔

﴿ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يَا مُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ، لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ (الاعراف : 134)

4- آلِ فرعون آفت کے ٹل جانے کے بعد ، اپنے عہد سے مکر جاتے۔ وہ عہد شکن تھے۔

a- ﴿ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى أَجَلٍ هُمْ بَالِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴾ (الاعراف : 135)

b- ﴿فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ﴾

(الزخرف : 50)

5- فرعون اور آلِ فرعون نے دل سے حضرت موسیٰؑ کی دعوت قبول کر لینے کے باوجود ، محض ظلم اور گھمنڈ (غُلُو) کی وجہ سے جان بوجھ کر (Knowingly) انکار کیا۔ یہ ان کی ضد اور ہٹ دھرمی تھی۔

﴿وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا﴾

(النمل : 14)

6- فرعون اور آلِ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کے معجزات کو ، کھلا جادو قرار دیا۔

﴿قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُبِينٌ﴾ (النمل : 13)

7- آلِ فرعون نے ، فرعون کے غیر عادلانہ احکامات کی پیروی کی ، یہی ان کا جرم تھا۔

﴿فَاتَّبَعُوا أَمْرَ فِرْعَوْنَ وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ﴾ (النازعات : 98)

8- قومِ فرعون فاسق تھی۔ فرعون نے اسے بے وقوف بنایا۔ اُس نے اطاعت کی۔

﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَأَطَاعُوهُ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ﴾

(الزخرف : 54)

فرعون کی ہلاکت اور اُس کا طریقۂ کار

فرعون اور اُس کے لشکروں کو ، عاشوراء کے دن (دس محرم کو) پانی میں غرق کر کے ہلاک کیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ (عاشوراء) وہ دن ہے ، جب (حضرت) موسیٰؑ کو فرعون پر غلبہ نصیب ہوا تھا''۔ ''موسیٰؑ پر تمہارا حق ان (یہودیوں) سے زیادہ ہے ، اس لیے (عاشوراء کا) روزہ رکھا کرو!'' (صحیح البخاری ، حدیث:2004)

1- اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر وحی کی کہ اپنی قوم کو لے کر راتوں رات سمندر سے گذر جائیں اور سمندر میں خشکی کا راستہ نکال لیں۔ فرعون کے لشکر تمہارا پیچھا کریں گے۔

﴿فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا﴾ (طٰہٰ : 77)

"(اے موسیٰ) پھر اُن کے لیے سمندر میں سے سوکھی سڑک بنالو!"

2- چنانچہ حضرت موسیٰ نے سمندر میں عصا پھینکا اور سمندر کا پانی دونوں طرف ہٹ گیا، حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل نے بہ آسانی سمندر پار کرلیا۔

﴿فَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ﴾ (الشعراء : 63)

"ہم نے موسیٰ کو وحی کے ذریعہ سے حکم دیا کہ مار اپنا عصا سمندر پر!

3- یکا یک سمندر پھٹ گیا اور سمندر کا ہر ٹکڑا، ایک عظیم الشان پہاڑ کی طرح ہوگیا۔"

لیکن ان لوگوں کے پیچھے، جب فرعون اور اس کے لشکر بھی سمندر میں بنے ہوئے سوکھے راستے پر چل پڑتے تو پانی دوبارہ اپنی جگہ پر آ گیا اور یہ سارے افراد غرق کردیئے گئے۔

a- ﴿فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ﴾ (الاعراف : 136)

b- ﴿وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ﴾

(یونس : 90)

مقصدِ ہلاکت

فرعون ، اُس کی عسکری قیادت اور اُن کے پیروکاروں کی ہلاکت کے تین (3) مقاصد تھے۔

1- کمزوروں اور مظلوموں پر احسان کرنا:

﴿ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ ﴾

(القصص : 7)

2- اہلِ توحید اور اہلِ تقویٰ کو وارث بنا کر امامت ، قیادت اور سیادت کے منصب پر فائز کرنا:

﴿ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ﴾ (القصص : 7)

بنی اسرائیل کی یہ فضیلت ڈھائی ہزار سال تک باقی رہی ، یعنی 1,900 ق م سے لے کر 610 عیسوی تک۔ 610 عیسوی میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد اِن سے ﴿ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ کی دولت چھین لی گئی۔

3- کمزوروں اور مظلوموں کو اقتدار عطا کرنا:

﴿ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ ﴾ (القصص : 8)

****

7- حضرت ہارونؑ اور حضرت موسیٰؑ کا آخری زمانہ
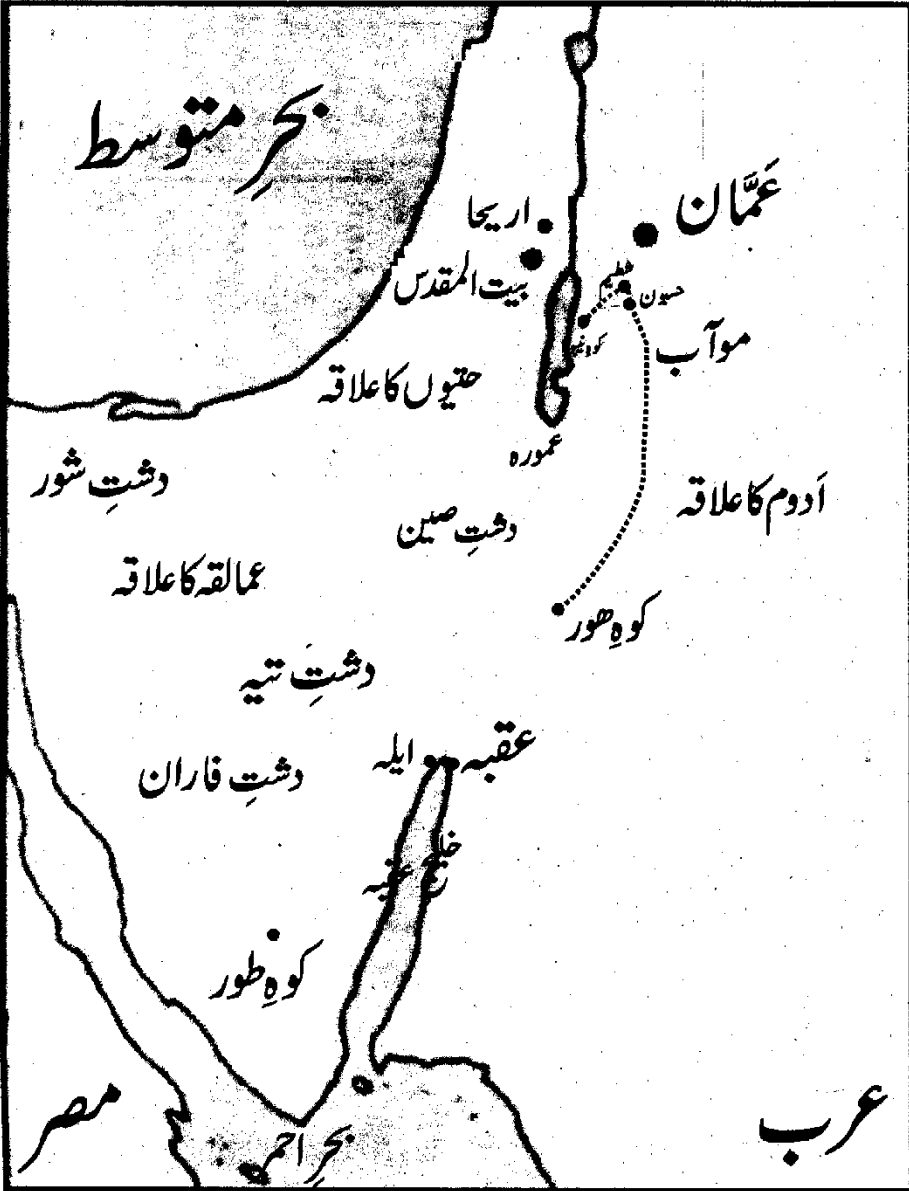
عقبہ (ایلہ ، Elat): عقبہ اُردن کی بندرگاہ ہے ، جب کہ ایلہ یا ایلات اسرائیل کی بندرگاہ ہے ، غالباً یہی وہ مقام ہے ، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اَصحابُ السَّبت کا واقعہ پیش آیا تھا ، جس کا ذکر سورۃ الاعراف کی آیات 163 تا 166 میں پایا جاتا ہے۔

کوہِ ہور : اس مقام پر (غالباً 1,280 ق م میں) حضرتِ ہارونؑ نے وفات پائی۔

دشتِ شور ، بیابانِ شور : وادیٔ سینا کا شمالی حصہ ، جہاں عمالقہ آباد تھے۔

دشتِ تیہ (بیابانِ شور) : وہ ریگستان جس میں بنی اسرائیل چالیس سال تک بھٹکتے رہے ، جس کا ذکر سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 26 میں ہوا ہے۔ یہ ریگستان عقبہ اور بُحیراتِ مُرّہ کے درمیان پھیلا ہوا ہے۔ یہاں عمالقہ آباد تھے۔

دشتِ صین : بحرِ میت کا جنوبی حصہ ، جو عقبہ کے اوپر واقع ہے ، جہاں بنی اسرائیل بھٹکتے رہے۔

ادوم کا علاقہ : کوہِ ہور کے قرب وجوار کا علاقہ ، جہاں بنی اسرائیل بھٹکتے رہے۔

عمورۃ ، اموره (Amoura): بحرِ مُردار کا جنوبی حصہ ، جہاں قومِ لوطؑ پر عذاب نازل ہوا تھا۔

موآب : بحرِ مردار کا مغربی علاقہ ، جہاں کرک اور مؤتہ کے شہر ہیں۔

حسبون : بحرِ مردار کا مشرقی حصہ ، جہاں سے حضرت موسیٰؑ گذرے تھے۔

شطیم : بحرِ مُردار کا مشرقی حصہ ، جہاں سے حضرت موسیٰؑ گذرے تھے۔

کوہِ نبو ، کوہِ عباریم : بحرِ مردار کا شمال مشرقی حصہ ، جہاں (غالباً 1,272 ق م میں) حضرتِ موسیٰؑ نے وفات پائی۔

اریحا (یریحا ، Jericho): فلسطین کا پہلا شہر ، جسے حضرتِ موسیٰؑ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل نے حضرتِ یوشع کی قیادت میں فتح کیا۔ یہ دریائے اُردن کی دوسری جانب واقع ہے۔

یروشلم (القدس Jerusalem): فلسطین کا مشہور شہر ، مکے سے 1,300 کلومیٹر دور ، بحرِ مُردار کے شمال مغربی حصے میں واقع ہے۔

قارون اور اُس کی ہلاکت

قارون بن یَصھر بن قاھت ، موسیٰؑ کی قوم (بنی اسرائیل) سے تھا ، اور حضرت موسیٰؑ بن عمران بن قاہت کا چچازاد بھائی تھا۔ یہ ایک دادا کی اولاد (قاہت) تھے۔ وہ ایک یہودی سرمایہ دار تھا۔ نہایت خوش الحانی سے تورات کی تلاوت کرتا تھا ، پھر منافق ہوگیا۔ اپنی قوم پر برتری ظاہر کرنے کے لیے ، معمول سے ایک بالشت زیادہ لمبے کپڑے پہننے لگا۔ (تفسیرِ طبری)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک آدمی اپنا تہبند (زمین پر لٹکا کر) کھینچتا ہوا چل رہا تھا کہ یکا یک اسے دھنسا دیا گیا۔ وہ قیامت تک زمین میں دھنستا جائے گا۔ (صحیح البخاری ، حدیث:3485)

ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً قارون نماز بھی نہیں پڑھا کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نماز کی محافظت نہ کرنے والا قیامت کے دن قارون ، فرعون ، ہامان اور اُبی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔'' (مسند احمد)

قارون ، فرعون کی آمرانہ حکومت کا ایک اہم ترین قابل اور عالم سرمایہ دار فرد تھا۔ وہ مَلأ (سرداروں) میں شامل تھا۔ اُسے اپنے علم اور اپنی دولت دونوں کا غرور تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرعون کا اقتصادی مشیر تھا۔

قارون کے جرائم

1- قارون ، موسیٰؑ کی قوم (بنی اسرائیل) سے تھا۔

﴿اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى﴾ (القصص : 76)

2- قارون نے اپنی قوم سے بغاوت کی (بغیٰ علیھم)۔ وہ ایک موقع پرست سیاست دان تھا، جو اپنے مالی مفادات کے لیے اپنی قوم بنی اسرائیل کو چھوڑ کر، اقتدار کی غلام گردشوں کا طواف کرنے لگا تھا۔

﴿فَبَغٰی عَلَيْهِمْ﴾ (القصص : 76)

3- قارون اور ہامان، فرعون کے دستِ راست بن کر، اُس کی طاغوتی حکومت کے شریک کار بن گئے اور زمین پر اپنے اختیارات کا ناجائز متکبرانہ استعمال کیا۔

﴿وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰی بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ﴾ (العنکبوت : 39)

اِستکبار فی الارض کی اصطلاح کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے۔ اِن تینوں کو دراصل یہی بیماری لاحق تھی۔

4- اللہ نے قارون کو ایسے خزانے عطا فرمائے، جس کی چابیاں بھی صاحبِ قوت افراد کی ایک بڑی جماعت اٹھا سکتی تھی۔ وہ مترفین میں سے تھا۔

﴿وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ﴾ (القصص : 76)

5- قارون اپنی دولت پر اتراتا تھا، قوم نے قارون کو نہ پھولنے (نہ اِترانے) کا مشورہ دیا۔

﴿اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ﴾

(القصص : 76)

6- قارون سخت بخیل آدمی تھا، قوم نے قارون کو عنایاتِ الٰہی سے دارِ آخرت طلب کرنے کا مشورہ دیا۔

﴿وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ﴾ (القصص : 77)

7- قوم نے قارون کو معقول حد تک دنیا برتنے کا مشورہ دیا، اور دنیا کے اچھے اعمال کے ذریعے آخرت اور جنت کمانے کا مشورہ دیا۔

﴿ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ﴾ (القصص : 77)

8- قوم نے دولت مند قارون کو (زیادہ سے زیادہ) اِنفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی اور اِنفاق میں اِحسان کا مشورہ دیا۔

﴿ وَاَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ﴾ (القصص : 77)

9- قارون فسادی تھا ، اپنی دولت کو غلط اور مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرتا تھا۔ قوم نے مُفسِد قارون کو فسادفی الارض سے بچنے کی تلقین دی۔

﴿ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴾

(القصص : 77)

10- قارون اپنی دولت کو انعامِ الٰہی کے بجائے ، اپنا ذاتی علم کا نتیجہ سمجھتا تھا۔

﴿ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ﴾ (القصص : 78)

11- قارون کو ، اپنی دولت اور زینت کی نمائش پسند تھی۔

﴿ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ﴾ (القصص : 79)

قارون کی ہلاکت اور طریقہ ہلاکت

1- قارون کو اُس کے گھر کے ساتھ ، زمین میں دھنسا دیا گیا۔ اُسے خَسْفُ الْاَرْض سے ہلاک کیا گیا۔

﴿ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ﴾ (القصص : 81)

2- فرعون کی عسکری قوت ، قارون کو عذاب سے نہیں بچا سکی اور نہ وہ خود کو بچا سکا۔

﴿فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ﴾ (القصص : 81)

مندرجہ بالا آیت میں ، فِئَة کا لفظ استعمال ہوا ہے ، یہ فرعونی لشکروں ، اُس کی پولیس اور اُس کے ذاتی محافظین کی طرف اِشارہ ہے۔

****

تیسرا باب

ہلاکت کے اسباب

قرآنِ مجید نے قوموں کی ہلاکت کے متعدد اسباب بیان کیے ہیں۔ان میں مندرجہ ذیل اکیس (21) اَسباب کا تذکرہ بار بار ہوا ہے۔سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں ان مضامین کو اتنی اہمیت کیوں دی ہے؟ اور ان اَسباب کی تفصیلی طور پر نشان دہی کیوں کی ہے؟ یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ تمام اَسباب جو دراصل جرائم ہیں ، پورے کے پورے ہم میں پائے جاتے ہیں؟ یا ان میں سے کچھ یا بیشتر ہم میں موجود ہیں۔یہاں ایک اور سوال پر بھی غور کرنا چاہیے کہ ان اَسباب میں سے کون سے اسباب ایسے ہیں ، جو ہمارے عوام سے متعلق ہیں اور کون سے ہماری قیادت سے وابستہ ہیں؟ آیئے ان اسباب کا جائزہ لیں۔

1- اللہ اور اللہ کی آیات کا انکار

2- اللہ اور اللہ کی آیات کی تکذیب

3- رسولوں کی نافرمانی اور فسق

4- رسولوں کا مذاق

5- نصیحت سے گریز کی روش

6- بودی اور کمزور باطل دلیلوں سے مجادلہ

7- قیامت اور آخرت کا انکار

8- ہدایت فراموشی اور عہد شکنی

9- کفرانِ نعمت

10- قیادت کا غرور اور تکبر

11- نسلی تعصب اور احساسِ برتری

12- فساد فی الارض

13- عسکری طاقت پر بے جا ناز

14- بنیادی مذہبی حقوق کی پامالی

15- شہریت کا بنیادی حق سلب کرنا

16- مضبوط معیشت کا غرور

17- دولت کا غرور

18- علم کا غرور اور قارون

19- جہاد سے فرار

20- مالی جہاد اور انفاق سے اجتناب

21- ذُنوب اور گناہِ کبیرہ

1- اللہ اور اللہ کی آیات کا انکار

اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار پہلا اور بنیادی سبب ہے ، جو قوموں کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔

آیـات الـلّٰـه سے مراد کتاب اللہ کی آیات اور دلائلِ توحید و آخرت ہیں۔قرآن میں بھی توحیدِ ذات ، توحیدِ اُلوہیت ، توحیدِ ربوبیت ، توحیدِ علم ، توحید اختیار ، توحیدِ حاکمیت وغیرہ کے نقلی ، عقلی ، تاریخی ، آفاقی اور اُنفسی دلائل پیش کیے گئے ہیں۔

a- ﴿ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ﴾ (الانفال : 52)

''انہوں نے اللہ کی آیات کو ماننے سے انکار کیا اور اللہ نے ان کے گناہوں پر انہیں پکڑ لیا۔''

b- ﴿ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴾ (فاطر : 26)

"پھر جن لوگوں نے نہ مانا ، اُن کو میں نے پکڑ لیا اور دیکھ لو کہ میری سزا کیسی سخت تھی۔"

2- اللہ اور اللہ کی آیات کی تکذیب

تکذیب ، یعنی جھٹلانا وہ جرم ہے ، جو قوموں کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔ اللہ کو، اللہ کے رسول کو ، اور اللہ کی آیات کو جھٹلایا گیا تو اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا۔ تکذیب میں یہ بات بھی شامل ہے کہ کسی رسول کو صرف انسان کہا جائے اور اُس کو بحیثیت پیغمبر جھٹلایا جائے۔ یا اللہ کی کتاب کو جھٹلایا جائے کہ یہ من جانب اللہ نہیں ہے یا پھر آخرت کو جھٹلایا جائے کہ یہ نہیں آئے گی۔ قرآن کہتا ہے:

a- ﴿ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ﴾ (الانفال : 54)

"انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا ، تب ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں انہیں ہلاک کیا اور آلِ فرعون کو غرق کر دیا۔"

b- ﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ﴾ (الشعراء : 139)

"آخر کار انہوں نے (قومِ عاد نے) اُسے جھٹلا دیا، اور ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔"

3- رسولوں کی نافرمانی اور فسق

رسولِ وقت کی نافرمانی بھی قوموں کی ہلاکت بنتی ہے۔ قرآن کہتا ہے:

a- ﴿ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴾ (المزمل : 16)

"(پھر دیکھ لو جب) فرعون نے اُس رسول کی بات نہ مانی تو ہم نے اس کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑ لیا۔"

b- ﴿ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴾ (الحاقة : 10)

''ان سب نے اپنے رب کے رسول کی بات نہ مانی تو اُس نے اُس کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑا۔''

c- ﴿ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴾

(الاعراف:165)

''اور ہم نے ظلم کرنے والوں کو بدترین عذاب میں جکڑ لیا، اُن کی نافرمانی اور بدعملی کی پاداش میں۔''

4- رسولوں کا مذاق

رسولوں کا مذاق ، رسولوں کی تعلیمات کا مذاق ، یعنی اُن کی لائی ہوئی کتاب اور اُن کی سنت کا مذاق بھی قوموں کی ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے۔ سورۃ یٰس میں ہے:

﴿ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ

''افسوس بندوں کے حال پر !

مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

جو رسول بھی ان کے پاس آیا ، اس کا وہ مذاق ہی اڑاتے رہے۔

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ

کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں!

اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ ﴾ (یٰس :30-31)

اور اس کے بعد ، وہ پھر کبھی ان کی طرف پلٹ کر نہ آئے! ''

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- ظالم انسانوں پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے، جو اپنے اُن محسن رسولوں کا مذاق اڑاتے ہیں، جو اُن کی خیر خواہی میں دن رات ایک کر دیتے ہیں۔

-2 رسولوں کا مذاق اور اُن کی تعلیمات (سنتِ رسول) کا مذاق، وہ عظیم جرم ہے ، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ قوموں کو ہلاک کر دیتا ہے۔

-3 ہلاک کیے جانے والے پلٹ کر نہیں آتے۔

ع جانے والے کبھی نہیں آتے جانے والوں کی یاد آتی ہے

-5 نصیحت سے گریز کی روش

وقت کے ساتھ انحطاط انسانوں کو خدائی ہدایات سے گریز کا رویہ اختیار کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ انہیں نصیحت گراں محسوس ہوتی ہے۔ یاددہانی اور نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ قرآن کہتا ہے:

-a ﴿ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ﴾ (المائدۃ : 13)

''جو تعلیم انہیں دی گئی تھی، اُس کا بڑا حصہ یہ (اہلِ کتاب) بھول چکے ہیں۔''

-b ﴿ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ﴾ (الصافات : 13)

''اور جب انہیں سمجھایا جاتا ہے تو سمجھ کر نہیں دیتے۔''

-6 بودی اور کمزور باطل دلیلوں سے مجادلہ

اللہ کا دین حق ہے ، حق کو نیچا دکھانے کے لیے اور اسلام کو پسپا کرنے کے لیے ظالم افراد اپنی بودی اور باطل دلیلوں سے ، محکم اور مضبوط تاریخی ، آفاقی ، انفسی ، عقلی اور نقلی دلائلِ توحید و آخرت کو مسترد کرنے کے لیے کج بحثی اور مجادلے پر اُتر آتے ہیں ، یہ وہ طاغوتی رویہ ہوتا ہے ، جس پر اللہ تعالیٰ انہیں عذاب میں جکڑ لیتا ہے۔

﴿ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ﴾

(المؤمن : 5)

''اُن سب نے باطل کے ہتھیاروں سے حق کو نیچا دکھانے کی کوشش کی مگر آخر کار میں نے ان کو پکڑ لیا۔''

7- قیامت اور آخرت کا انکار

جو قومیں قیامت اور آخرت کی منکر ہو جاتی ہیں، انہیں بھی ایک خاص مہلت کے بعد ہلاک کر دیا جاتا ہے۔

﴿ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَ عَادٌ بِالْقَارِعَةِ ﴾ (الحاقة: 4)

"ثمود اور عاد نے اس اچانک ٹوٹ پڑنے والی آفت (یعنی قیامت) کو جھٹلایا"

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- جو قومیں منکرِ قیامت ہو جاتی ہیں ، یا جن کے ذہنوں میں آخرت کا تصور دھندلا جاتا ہے ، انہیں بھی اللہ تعالیٰ ہلاک کر دیتا ہے۔

2- عاد اور ثمود دونوں قومیں قارِعة (قیامت) کی منکر تھیں ، دونوں کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا۔

8- ہدایت فراموشی اور عہد شکنی

انسان کی دورنگی، منافقت، بدعملی، فسق، ہدایت فراموشی اور عہد شکنی بھی لعنت ، غضب ، دوزخ اور ہلاکت کا سبب بنتی ہے۔ مندرجہ ذیل دو آیتیں ملاحظہ کیجیے۔

a- ﴿ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ، اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾

(التوبة : 67)

"یہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا ، یقیناً یہ منافق ہی فاسق ہیں۔"

b- ﴿ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوْا قَوْمًا بُوْرًا ﴾ (الفرقان : 18)

قیامت کے دن یہ کہیں گے: "اے اللہ! تو نے اِن کو اور ان کے باپ دادا کو خوب سامانِ زندگی دیا ، حتیٰ کہ یہ سبق بھول گئے اور شامت زدہ ہو کر رہے۔"

9- کفرانِ نعمت

آخر یہ ہری بھری بستیاں کیوں اُجاڑ دی جاتی ہیں؟ آخر یہ عالیشان مکانات کیوں زمین بوس کر دیے جاتے ہیں؟ آخر یہ مال ودولت اور اولاد وازواج کی نعمتیں کیوں چھینی جاتی ہیں؟

اس کا بنیادی سبب کفرانِ نعمت ہی تو ہوتا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ

''یہ ہے (اللہ کی سنت) کہ وہ کسی نعمت کو جو اُس نے کسی قوم کو عطا کی ہو ، اُس وقت تک نہیں بدلتا

حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ﴾ (الانفال :53)

جب تک کہ وہ قوم ، خود اپنے طرزِ عمل کو نہیں بدل دیتی''

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- اللہ تعالیٰ قوموں کو اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے کہ وہ شکر گذاری سے کام لیں۔

2- قومیں جب شکر کے بجائے، کفرانِ نعمت کا مظاہرہ کرتی ہیں تو نعمتیں چھین لی جاتی ہیں۔

3- اللہ تعالیٰ اُس وقت تک نہیں نعمتوں کو نہیں چھینتا، جب تک کہ وہ خود اپنے طرزِ عمل سے اپنے آپ کو ہلاکت کا مستحق نہیں بنالیتیں۔

● کفرانِ نعمت کی سزا ، بھوک اور خوف کی صورت میں بھی ملتی ہے:

قرآن کہتا ہے:

﴿ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً

''اللہ ایک بستی کی مثال دیتا ہے ، وہ امن واطمینان کی زندگی بسر کر رہی تھی ،

يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ

اور ہر طرف سے اس کو بفراغت رزق پہنچ رہا تھا کہ اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفران شروع کر دیا ،

﴿ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴾

(النحل :112)

تب اللہ نے اس کے باشندوں کو ان کے کرتوتوں کا یہ مزا چکھایا کہ بھوک اور خوف کی مصیبتیں ان پر چھا گئیں۔"

10- قیادت کا غرور اور تکبر

قیادت (Leadership) کی ضد اور ہٹ دھرمی اور اُن کا غرور و تکبر بھی ، ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے۔

﴿ صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِى الذِّكْرِ ۝

"ص۔ قسم ہے! نصیحت بھرے قرآن کی!

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّ شِقَاقٍ ۝

بلکہ یہی لوگ ، جنہوں نے ماننے سے انکار کیا ہے ، سخت تکبر اور ضد میں مبتلا ہیں۔

كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّ لَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۝ ﴾

(صٓ : 1-3)

ان سے پہلے ہم ایسی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں (اور جب ان کی شامت آئی ہے) تو وہ چیخ اٹھے ہیں ، مگر وہ وقت بچنے کا نہیں ہوتا"۔

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- قرآن ایک ایسا نصیحت آمیز کلام ہے ، جو ہلاکت کے سچے واقعات سنا کر متنبہ اور خبردار کرتا ہے۔

2- عزت و شقاق والے (یعنی متکبر اور ضدی افراد) کو ماضی کے سچے واقعات سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ کفر کی روش ترک کرنی چاہیے۔

3- نزولِ عذاب کے وقت آہ و فغان سے کچھ کام نہیں بن سکتا ، اس لیے عذاب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

11- نسلی تعصب اور احساسِ برتری

قیادت بعض قوموں کو اَرفع اور بعض کو ادنیٰ سمجھنے لگتی ہے ، فرعون اور ہٹلر اسی مرض میں مبتلا تھے۔ قرآن ، قیادت (Leadership) کے اسی رویے کی نشان دہی کرتے ہوئے کہتا ہے:

﴿فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ۝

''(فرعون اور اُس کے درباری سردار) کہنے لگے : کیا اپنے ہی جیسے دو آدمیوں (موسیٰؑ وہارونؑ) پر ایمان لے آئیں؟ اور آدمی بھی وہ ، جن کی قوم (بنی اسرائیل) ہماری غلام ہے؟ ''

فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ﴾ (المؤمنون:47-48)

پس انہوں نے دونوں (نبیوں موسیٰؑ وہارونؑ) کو جھٹلادیا اور ہلاک ہونے والوں میں جا ملے''۔

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- متکبر اور متعصب فرعون اور آلِ فرعون کو پہلا اعتراض حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کی بشریت پر تھا۔ ہم اپنے جیسے دو انسانوں کو نبی کیسے تسلیم کرلیں؟

2- فرعون اور آلِ فرعون کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ یہ دونوں حضرات موسیٰؑ اور ہارونؑ ہماری محکوم اور ہماری غلام قوم ''بنی اسرائیل'' سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم صاحبِ اقتدار لوگ ہیں ، غلام قوم کے دو افراد کی پیروی کیسے کرسکتے ہیں؟ یہ ان کا تکبر تھا۔

3- بس یہی غرور، نسلی تعصب اور احساسِ برتری انہیں لے ڈوبا۔ انہوں نے دونوں نبیوں کو جھٹلایا اور ہلاک کیے جانے والوں میں شامل ہوگئے۔

12- فساد فی الارض

- **فساد في الارض** بھی، ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔ **غلو في الارض** اور **استکبار في الارض** کی طرح ، یہ بھی قرآن کی ایک جامع اصطلاح ہے۔ اِس سے مراد ہر وہ باغیانہ روش ہے، جو اللہ کی زمین پر اللہ کی مرضی اور منشاء کے خلاف اختیار کی جائے ، تا کہ خواہشاتِ نفس کی غلامی میں اللہ تعالیٰ کی دیگر مخلوقات کے حقوق سلب کیے جائیں۔ انسان کی بداعمالیاں نہ صرف خشکی ، بلکہ پانیوں میں بھی فساد پھیلاتی ہیں۔ سمندری آلودگی (Marine pollution) کے سبب بحری جانور اور مچھلیاں تک فسادی انسانوں کے لیے بددعائیں کرتی ہیں۔ قرآن کہتا ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ، بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ

”خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا ہے ، لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے

لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِىْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ (الروم : 41)

تا کہ مزا چکھائے ، ان کو ان کے بعض اعمال کا ، تا کہ یہ رجوع کریں“۔

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- ظالم انسانوں کا اپنا طرزِ عمل، خشک و تر میں فساد کا موجب بنتا ہے۔

2- اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو، فساد کی سزا کا مزا چکھاتا ہے۔

3- اس سزا اور اس وارننگ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اپنے فساد کو چھوڑ دیں۔ ظالمانہ طرزِ عمل سے باز آجائیں اور اپنے خالق اللہ کی طرف رجوع کریں۔

- ہلاکت اور دیگر مصیبتیں انسانوں کی اپنی کمائی ہی کے نتیجے میں آتی ہیں۔ ایک دوسری جگہ فرمایا گیا:

﴿وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ﴾

(الشوریٰ : 30)

”اور جو مصیبت بھی تم پر آتی ہے ، وہ تمہارے اپنے ہاتھوں ہی کے سبب آتی ہے۔“

13- عسکری طاقت پر بے جا ناز

اپنے بطش وجبروت اور اپنی عسکری قوت (Military Might) پر بے جا ناز ، قیادت کو رسولوں کا مذاق اور ان کی تعلیمات کے مذاق پر آمادہ کرتا ہے۔

عسکری قیادت ﴿مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؟﴾ کے نشے میں مبتلا ہو جاتی ہے ، پھر اللہ تعالیٰ اپنی کر گزرتا ہے۔

قرآن کہتا ہے:

﴿وَمَا يَأْتِيهِم مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ٥

''کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی نبی ان کے ہاں آیا ہو اور انہوں نے اس کا مذاق نہ اڑایا ہو۔

فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُم بَطْشًا

پھر جو لوگ ان سے بدرجہا زیادہ طاقتور (بطش والے) تھے ، انہیں ہم نے ہلاک کر دیا ،

وَّمَضَىٰ مَثَلُ الْأَوَّلِينَ ٥﴾ (الزخرف :7-8)

پچھلی قوموں کی مثالیں گزر چکی ہیں''۔

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- ہر نبی کا مذاق اڑایا گیا ہے۔

2- مذاق اڑانے والی قومیں، ہم سے زیادہ بطش وجبروت اور طاقت واقتدار رکھتی تھیں۔

3- نبیوں اور ان کی تعلیمات اور احادیث کا مذاق اڑانا بھی ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔

4- اللہ تعالیٰ زبردستوں (اہلِ بطش) کو بھی ہلاک کر دیتا ہے۔

5- پچھلی قوموں کی ہلاکت کی تاریخ سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

14- بنیادی مذہبی حقوق کی پامالی

جب ظالم قیادت ، بنیادی حقوق (Fundamental Rights) سلب کرتی ہے اور اپنا عقیدہ دوسری قوموں پر زبردستی مسلط کرتی ہے اور انہیں جلا وطن کرنے کی دھمکی دیتی ہے اور ان کو عقیدے کی آزادی (Freedom of Faith) کے حق سے محروم کر دیتی ہے۔ شہریتی (Citizenship right) سلب کر لیتی ہے، تب اللہ کا غضب جوش میں آتا ہے۔ ظالم قومیں ہلاک کر دی جاتی ہیں۔

a- ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ

''آخر کار منکرین نے اپنے رسولوں سے کہہ دیا کہ

لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا

یا تو تمہیں ہماری ملّت میں واپس آنا ہوگا، ورنہ ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے۔

فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ o

تب ان کے رب نے ان پر وحی بھیجی کہ ہم ان ظالموں کو ہلاک کر دیں گے

وَ لَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ

اور ان کے بعد تمہیں زمین میں آباد کریں گے۔

ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَ خَافَ وَعِيْدِ o ﴾ (ابراھیم: 13-14)

یہ انعام ہے، اُس شخص کا ! جو میرے حضور جواب دہی کا خوف رکھتا ہو اور میری وعید سے ڈرتا ہو۔''

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- کافروں کے سردار ، رسولوں کو اپنے مذہب کی تبلیغ کی آزادی بھی نہیں دیتے۔

2- کافر سردار Freedom of Faith کے بنیادی انسانی حق کو تسلیم نہیں کرتے۔

3- کافر سردار، رسولوں کو دھمکی دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ تمہارے پاس دو ہی راستے (Options) ہیں۔

a- یا تو ہماری ملت میں آ کر ہمارا مذہب قبول کر لو!

b- یا پھر جلاوطنی (Deportation) کے لیے تیار ہو جاؤ!

4- ایسی صورت حال میں اللہ تعالیٰ رسولوں پر وحی کرتا ہے کہ یہ ظالم ہیں ، جو تمہیں یہ بنیادی حق فراہم نہیں کرتے ، انہیں میں ہلاک کر دوں گا۔

5- ظالم اور کافر قوموں کی ہلاکت کے بعد اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو اقتدار عطا کرتا ہے ، پھر اُن کو آزماتا ہے۔

b- حضرت نوحؑ مذہبی آزادی کا حق تسلیم کرتے تھے ، جیسا کہ دوسرے باب میں بتایا جا چکا ہے۔

﴿ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْـتُمْ لَـهَا كٰرِهُوْنَ ﴾ (هود : 28)

''کیا ہم یہ تم پر زبردستی مسلط کر دیں ، جب کہ تمہیں یہ سخت ناگوار ہے ؟ ''

c- حضرت موسیٰؑ بھی ہر انسان کی مذہبی آزادی کے اس حق کو مانتے تھے۔

﴿ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْـتَزِلُوْنِ ﴾ (الدخان : 21)

''اگر تم میری بات نہیں مانتے تو مجھ پر ہاتھ ڈالنے سے باز رہو (میری راہ چھوڑ دو)۔''

d- محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان سے بھی بار بار کہلوایا گیا:

1- ﴿ لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ﴾ (البقرة : 256)

''دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔''

2- ﴿ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ o لَسْتَ عَلَیْهِمْ بِمُصَیْطِرٍ o ﴾

(الغاشیه : 22)

''تم بس نصیحت ہی کرنے والے ہو ، کچھ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہو۔''

3- ﴿ اَفَانْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴾ (یونس : 99)

''اے محمدؐ ! کیا تم لوگوں کو مجبور کرو گے کہ وہ مومن ہو جائیں؟''

15- شہریت کا بنیادی حق سلب کرنا

جلاوطنی (Deportation) ، یا ایسے حالات پیدا کرنا کہ آدمی نقلِ مکانی پر مجبور ہو جائے ، ایک سبب ہے ، جو ہلاکت اقوام کا سبب بنتا ہے۔ دراصل یہ اقدام لوگوں کو شہریت کے بنیادی حق (Right of Citizenship) سے محروم کرنے کے لیے ہوتا ہے۔

﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ

اے نبیؐ! کتنی ہی بستیاں ایسی گزر چکی ہیں، جو تمہاری اس بستی سے بہت زیادہ زور آور تھیں، جس نے تمہیں (مکے سے) نکال دیا ہے۔

﴿ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴾ (محمد :13)

انہیں ہم نے اس طرح ہلاک کر دیا کہ کوئی ان کو بچانے والا نہ تھا''۔

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- قریشِ مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو ہجرت پر مجبور کیا اور جلاوطن کرنے کے جرم کے مرتکب ہوئے۔

2- اللہ تعالیٰ نے قریش سے زیادہ طاقتور مشرک قوموں کو ماضی میں ہلاک کر دیا۔ (قریش کیا چیز ہیں؟)

3- غیرُ اللّٰہ (مِن دونِ اللہ ، اِلٰـهَه) دوسرا کوئی بااختیار خدا ایسا نہ تھا، جو ہلاکت کے موقع پر ان کی مدد کرتا۔

4- اللہ تعالیٰ ہی بااختیار ہے۔ باقی سارے مخلوق اور مزعومہ الٰهة بے اختیار ہیں۔

16- مضبوط معیشت کا غرور

امیر قومیں ، غریب قوموں کا استحصال کرتی ہیں، جس کے نتیجے میں ان کی معیشت مضبوط ہو جاتی ہے ، پھر وہ اپنی مضبوط معیشت پر اترانے لگتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کر دیتا ہے۔

﴿ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا

"اور کتنی ہی ایسی بستیاں ہم تباہ کر چکے ہیں ، جن کے لوگ اپنی معیشت پر اترا گئے تھے۔

فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا

سو دیکھ لو ! وہ ان کے مسکن ہیں ، جن میں ان کے بعد کم ہی کوئی بسا ہے ،

وَ كُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴾ (القصص :58)

آخرکار! ہم ہی وارث ہو کر رہے"۔

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

وہ قومیں ، جنہیں اپنے رہن سہن ، اپنے ساز و سامان ، اپنے طرزِ زندگی اور اپنی مضبوط معیشت (Sound Economy) پر ناز ہوتا ہے اور جو اپنی اقتصادی بالا دستی سے دوسری قوموں کو محکوم بنا لیتی ہیں ، انہیں بھی اللہ تعالیٰ ہلاک کر دیتا ہے۔

17- مُتْرَفِين کا اپنی دولت پر غرور

امیر ، خوشحال اور صاحبِ ثروت افراد کی عیاشیاں بھی عذابِ الٰہی کو دعوت دیتی ہیں۔ قرآن نے ایسی خوشحال قیادت کے لیے مُتْرَفِين کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہ لوگ بھی معاشرے میں رجحان ساز (Trend Setters) ہوتے ہیں۔ مُتْرَفِين کی نافرمانی اور بدعملی پر اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کر دیتا ہے۔

a- ﴿ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴾

(ھود : 116)

''اور یہ ظالم (خوشحال) لوگ تو اُنہی مزوں کے پیچھے پڑے رہے ، جن کے سامان اِنہیں فراوانی کے ساتھ دیے گئے تھے اور وہ مجرم بن کر رہے۔''

b- ﴿ اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْئَرُوْنَ ﴾

(المومنون : 64)

''جب ہم اُن کے عیاشوں (مترفین) کو عذاب میں پکڑ لیں گے تو پھر وہ آہ وفریاد کریں گے۔''

18- علم کا غرور اور قارون

قارون کو اپنے علم اور اپنی دولت کا غرور تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ مجھے دولت ، محض میرے ذاتی علم کی وجہ سے عطا کی گئی ہے ، اُسے زمین میں دھنسا کر ہلاک کیا گیا۔

a- ﴿ وَ اٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ

''اور ہم نے اس (قارون) کو اتنے خزانے دے رکھے تھے کہ

مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ

ان کی کنجیاں طاقتور آدمیوں کی ایک جماعت مشکل سے اٹھا سکتی تھی۔

اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ

ایک دفعہ جب اس کی قوم کے لوگوں نے اس سے کہا: پھول نہ جا !

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ○

بے شک اللہ پھولنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ

جو مال اللہ نے تجھے دیا ہے ، اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر!

وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا

اور دنیا میں سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر!

وَ اَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ

احسان کر! جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے ،

وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ

اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش نہ کر!

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ o

یقیناً اللہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا۔"

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِیْ ﴾ (القصص:76-78)

قارون نے کہا : "یہ سب کچھ تو مجھے اُس علم کی بنیاد پر دیا گیا ہے ، جو مجھ کو حاصل ہے"۔

b- ﴿ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ ﴾ (القصص: 81)

"آخرکار! ہم نے اُسے اوراس کے گھر کو زمین دھنسا دیا"

<u>اِن آیات سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:</u>

1- قارون ایک موقع پرست سرمایہ دار تھا۔ اس کا تعلق آلِ فرعون سے نہیں ، بلکہ قومِ موسیٰؑ یعنی بنی اسرائیل سے تھا۔ بلکہ یہ حضرت موسیٰؑ کا چچازاد بھائی تھا۔

2- اللہ تعالیٰ نے قارون کو اُس کے گھر کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا ، وہ گھر جس میں اُس کے خزانے تھے۔

3- قارون کے جرائم حسب ذیل تھے ، جن کی وجہ سے اُسے زمین میں دھنسا دیا گیا۔

a- وہ متکبر تھا۔ اُسے اپنی دولت پر ناز تھا۔

- b- وہ اپنی دولت کی نمائش کرتا تھا، تاکہ غریب لوگوں پر اپنی فوقیت ثابت کی جاسکے۔
- c- قارون فسادی تھا۔
- d- قارون اپنی دولت کو، اللہ کا احسان سمجھنے کے بجائے، اپنے ذاتی علم اور عقل کا ثمرہ سمجھتا تھا۔
- e- قارون سخت بخیل شخص تھا۔ اِنفاق میں احہ الٰہی کی دعوت کو اُس نے مسترد کردیا۔

19- جہاد سے فرار

سُورۃُ التوبہ کی آیت نمبر 24 میں اللہ تعالیٰ نے صاف کہہ دیا کہ قرآن وسنت اور جہاد کے مقابلے میں برادری ، خاندان ، مال ودولت، تجارت اور مکانات کو اہمیت اور ترجیح دینے والے فاسقوں پر کسی بھی وقت اللہ کا فیصلہ (عذاب) نازل ہوسکتا ہے۔ اس آئینے میں ہم اپنی تصویر دیکھ سکتے ہیں۔

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ ، وَاِخْوَانُكُمْ

”اے نبیؐ ! کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ ، اور تمہارے بیٹے ، اور تمہارے بھائی

وَاَزْوَاجُكُمْ ، وَعَشِيْرَتُكُمْ ، وَاَمْوَال“ اقْتَرَفْتُمُوْهَا ،

اور تمہاری بیویاں ، اور تمہارے عزیز واقارب ، اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں،

وَتِجَارَة“ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا ، وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَا ،

اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے ، تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں ،

اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ، وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ

تم کو اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں

فَتَرَبَّصُوْا ، حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ،

تو انتظار کرو! یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ (عذاب) تمہارے سامنے لے آئے ،

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ (التوبة : 24)

اور اللہ نافرمان اور بدعمل (فاسق) لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔"

20- مالی جہاد اور اِنفاق سے اجتناب

اگر مسلمان ، جہاد کے لیے مالی ایثار (اِنفاق) کا مظاہرہ نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ خودکشی کررہے ہیں۔ جہاد کے نتیجے ہی میں اُن کی عزت وآبرو محفوظ رہ سکتی ہے۔ جہاد کی کامیابی ہی امتِ مسلمہ کی بقا کی ضامن ہے۔ عدم انفاق بھی ایک وجہ ہے ، جو ہلاکت کا سبب بن سکتی ہے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿ وَ اَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ

"(اے مسلمانو!) اللہ کی راہ میں خرچ کرو! اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو !

وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ (البقرة : 195)

اِنفاق میں احسان سے کام لو! یقیناً احسان کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔"

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1: جہاد کے لیے اِنفاق ضروری ہے۔ اس کو مالی جہاد کہتے ہیں۔
2- اِنفاق میں دل کھول کر خرچ کرنے اور بخل سے بچنے کی ترغیب ہے۔
3- اِنفاق میں احسان سے مراد ، فیاضی اور دریادلی کا مظاہرہ ہے۔

4- فیاضی وہ صفت ہے، جس سے محبتِ الٰہی کی دولت ہاتھ آتی ہے۔

5- انفاق نہ کرنے سے جہاد کمزور پڑ جاتا ہے۔ عدم انفاق کا نتیجہ اجتماعی خودکشی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ مسلمان شکست سے دوچار ہوجائیں گے اور ان پر دوسری قومیں مسلط ہوجائیں گی۔

6- جہاد فی سبیل اللہ کے لیے، اسلامی ریاست کے بیت المال کا مضبوط ہونا ضروری ہے۔ یعنی ایک مضبوط معیشت (Sound Economy) کے بغیر اسلامی ریاست ، زیادہ دیر تک جنگ جاری نہیں رکھ سکتی۔

21- ذُنُوب اور گناہِ کبیرہ

ذُنوب ، بڑے گناہوں کو کہتے ہیں۔ ان میں شرک، تعلیماتِ رسول ﷺ یعنی قرآن وسنت کا مذاق ، جنت ودوزخ کا انکار ، زنا ، قتل ، سود ، رشوت ، حق تلفی ، استحصال ، سماجی ظلم ، ترکِ صلاۃ ، ترکِ زکاۃ ، والدین کی نافرمانی وغیرہ شامل ہیں۔

ہلاکت کا سبب ، انسانوں کا بڑے بڑے گناہوں میں ملوث ہونا ہوتا ہے۔

قرآن بار بار کہتا ہے:

a- ﴿ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ﴾ (الانعام : 6)

”آخر کار ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں ، انہیں تباہ کردیا“

b- ﴿ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْبِهٖ ﴾ (العنکبوت : 40)

”آخر کار! ہر ایک کو ہم نے اُس کے گناہ کی پاداش میں پکڑا۔“

c- ﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰهَا ﴾

(الشمس : 14)

”ثمود نے اُسے جھٹلایا اور اللہ کی اونٹنی کو مار ڈالا۔ آخر کار! اُن کے گناہ کی پاداش میں ، اُن کے

رب نے ان پر ایسی آفت توڑی کہ ایک ساتھ سب کو پیوندِ خاک کر دیا۔"

d- ﴿ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

"آلِ فرعون اور ان سے پہلے کی قوموں کے ساتھ جو کچھ پیش آیا ، وہ اسی ضابطے کے مطابق تھا۔

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ

انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا، تب ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں انہیں ہلاک کیا

وَ اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَ كُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴾ (الانفال : 54)

اور آل فرعون کو غرق کر دیا۔ یہ سب ظالم لوگ تھے"۔

e- ﴿ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴾

(المؤمن : 21)

"مگر اللہ نے ان کے گناہوں پر انہیں پکڑ لیا ، اور اُن کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔"

f- ﴿ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ

"انہوں نے اللہ کی آیات کو ماننے سے انکار کیا اور اللہ نے ان کے گناہوں پر انہیں پکڑ لیا

اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ (الأنفال : 52)

اللہ قوت رکھتا ہے اور سخت سزا دینے والا ہے۔"

- فاسقین کو بھی ہلاک کر دیا جاتا ہے:

﴿ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ (الاحقاف :35)

"اب کیا فاسق (نافرمان اور بدعمل لوگوں) کے سوا ، اور کوئی ہلاک کیا جائے گا؟"

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

جو قومیں فاسق ہو جاتی ہیں ، انہیں ہلاک کر دیا جاتا ہے۔

- **مسرفین بھی ہلاک کیے جاتے ہیں:**

﴿ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَ مَنْ نَّشَآءُ وَ اَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ﴾ (الانبیاء :9)

پھر دیکھ لو کہ آخر کار ہم نے ان کے ساتھ اپنے وعدے پورے کیے ، اور انہیں اور جس جس کو ہم نے چاہا بچالیا ، اور حد سے گزر جانے والوں (مُسرفین) کو ہلاک کر دیا"۔

- **ظالمین کو بھی ہلاک کر دیا جاتا ہے:**

قومِ لوطؑ بدفعلی ، راہ زنی اور دیگر کبیرہ گناہوں میں مبتلا تھی۔

﴿اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ﴾

(العنکبوت : 31)

"ہم اس (لوطؑ کی) بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے والے ہیں ، یقیناً اس بستی کے لوگ سخت ظالم ہو چکے ہیں"

✳✳✳✳✳✳✳

چوتھا باب

ہلاکت کے اُصول

قرآن مجید میں ہلاکتِ اقوام کے حوالے سے ، کچھ بنیادی اُصول اور قاعدے ملتے ہیں۔ آیئے ان کا جائزہ لیں۔

1- اَوَّلُوْنَ اور آخِرُوْن کی ہلاکت کا قانون ایک ہی ہے۔

2- اِنتباہ کے بغیر کسی قوم کو ہلاک نہیں کیا جاتا۔

3- ہلاکت بُرے اعمال کا شاخسانہ ہوتی ہے۔

4- گناہوں کے سبب ہلاکت ہوتی ہے۔

5- بعض اوقات ظالموں کے فتنے معصوموں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔

6- خوشحال لوگوں (مُترَفِین) کی بدمستیاں رنگ لاتی ہیں ، اور ہلاکت کا سبب بنتی ہیں۔

7- ہلاکت میں اثاثے اور ظاہری شان وشوکت نہیں دیکھی جاتی۔

8- ہلاکت میں قوموں کی عسکری قوت کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔

9- ہلاکت میں قوموں کی مضبوط معیشت کا لحاظ بھی نہیں کیا جاتا۔

10- بُرے کاموں سے روکنے والوں کو بچالیا جاتا ہے۔

11- اَمْر بِالمَعروف اور نَـهْيُ عَنِ المُنكَر کا فریضہ انجام نہ دینے والوں پر عذاب نازل ہوتا ہے۔

12- اِصلاحی قوتوں کی موجودگی میں قوموں کو مکمل طور پر ہلاک نہیں کیا جاتا۔

13- اُمتِ مُسلمہ پر عمومی عذاب نازل نہیں ہوگا۔

1- اَوَّلُوْنَ اور آخِرُوْن کی ہلاکت کا قانون ایک ہی ہے

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہلاکتِ اقوام کے سلسلے میں ہر زمانے کے لیے ایک ہی اُصول ہے۔ مجرم قومیں ہی ہلاک کی جاتی ہیں۔ قرآن کہتا ہے:

﴿ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ۝

''کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہیں کیا؟ پھر انہی کے پیچھے ہم بعد والوں کو چلتا کریں گے ''

كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝ ﴾ (المرسلٰت :16-18)

''مجرموں کے ساتھ ہم یہی کچھ کیا کرتے ہیں۔''

2- اِنتباہ کے بغیر کسی قوم کو ہلاک نہیں کیا جاتا

ہلاکتِ اقوام کے سلسلے میں دوسرا اُصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اِنتباہ (Warning) کے بغیر کسی قوم کو ہلاک نہیں کرتا۔

﴿ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ۝ ذِكْرٰى

دیکھو! ہم نے کبھی کسی بستی کو اس کے بغیر ہلاک نہیں کیا کہ اس کے لیے خبردار کرنے والے (مُنْذِرُوْن)، موجود تھے ، یاددہانی کے لیے

وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴾ (الشعراء :208-209)

اور ہم ظالم نہ تھے''۔

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- اللہ تعالیٰ ایسا ظالم نہیں ہے کہ بغیر وارننگ کے کسی قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹا دے۔

-2 اللہ تعالیٰ ہلاکت سے پہلے مُنذِر (ڈرانے والا ، متنبہ کرنے والا Warner) بھیجتا ہے، وہ ذکریٰ (نصیحت) کا بھرپور حق ادا کرتا ہے۔

-3 یہی بات سورۃ الأنعام کی 131 آیت میں بیان کی گئی کہ اللہ تعالیٰ کا یہ اُصول نہیں ہے کہ غافل لوگوں کو ظالمانہ طور پر ہلاک کردے۔

-3 ہلاکت بُرے اعمال کا شاخسانہ ہوتی ہے

تیسرا اُصول یہ ہے کہ ہلاکت انسانوں کی اپنی کمائی ہی کے نتیجے میں یعنی بُرے اعمال کا شاخسانہ ہوتی ہے۔قرآن کہتا ہے:

﴿ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴾ (الشوریٰ : 30)

"تم لوگوں کو پر جو مصیبت بھی آئی ہے ، تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے آئی ہے ، اور بہت سے قصوروں سے وہ ویسے ہی درگزر کر جاتا ہے۔" (یعنی تمہارے بعض گناہوں ہی کی وجہ سے تمہیں سزا دی جاتی ہے اور بعض گناہوں پر سزا نہیں دیتا)

-4 گناہوں کے سبب ہلاکت ہوتی ہے

ہلاکت کے سلسلے میں چوتھا اُصول یہ ہے کہ ہلاکت ظالمین ، فاسقین ، مسرفین اور مترفین کی ہوتی ہے ، جو ذُنُوب یعنی بڑے بڑے گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔اور جنہیں بار بار واضح الفاظ میں خبردار کردیا جاتا ہے۔قرآن کہتا ہے:

﴿ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ

"کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے کتنی ایسی قوموں کو ہم ہلاک کرچکے ہیں!

جن کا اپنے اپنے زمانہ میں دور دورہ رہا ہے؟

مَكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ

اُن کو ہم نے زمین میں وہ اقتدار بخشا تھا ، جو تمہیں نہیں بخشا ہے ،

وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ

ان پر ہم نے آسمان سے خوب بارشیں برسائیں ، اور اُن کے نیچے نہریں بہادیں ،

فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴾

(الأنعام : 6)

(مگر جب انہوں نے کفرانِ نعمت کیا تو) آخرار ہم نے اُن کے گناہوں کی پاداش میں، انہیں ہلاک کردیا ، اوراُن کی جگہ دوسرے دور کی قوموں کو اُٹھایا۔"

5- بعض اوقات ظالموں کے فتنے معصوموں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں

ہلاکت اقوام کے سلسلے میں پانچواں اُصول ، معصوموں کی ہلاکت کا ہے۔بعض فتنے ایسے ہوتے ہیں، جو اپنے اندر عمومیت رکھتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ کے عذاب کی ایک نوعیت ظالموں کے لیے مخصوص ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کے عذاب کی ایک اور نوعیت بھی ہے ، یہ وہ فتنہ ہے ، جس میں صرف ظالم اور گناہ گار ہی گرفتار نہیں ہوتے، بلکہ ظالموں کے ساتھ معصوموں ، چھوٹے بچوں اور عام لوگوں کو بھی ہلاک کر دیا جاتا ہے۔قیادت (Leadership) کے گناہوں کی سزا عوام کو دی جاتی ہے،عوام کا جرم یہ ہوتا ہے کہ وہ فاسق لیڈروں کی پیروی کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ایسے فتنے سے بچنے کا حکم دیا ہے۔فرمایا گیا:

﴿ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ﴾

(الانفال : 25)

"اور بچو! اُس فتنے سے جس کی شامت ، مخصوص طور پر صرف اُنہی لوگوں تک محدود نہ رہے گی ، جنہوں نے تم میں سے گناہ کیا ہے۔"

1- یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ ہلاکت کے سبب موت ، بعض کے لیے سزا اور قید کی حیثیت رکھتی ہے اور بعض کے لیے راحت۔ مجرموں کو ہلاک کر کے انہیں گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ عذاب کے دیگر مراحل سے انہیں مزید گزرنا پڑے گا۔ متقین کی مہلتِ عمل ختم کر دی جاتی ہے۔

2- چھوٹے معصوم بچے مکلف نہیں ہوتے۔ اس لیے یہ جنت میں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں امتحان سے بچا کر ہی جنت کے لیے منتخب کر لیتا ہے۔

6- خوشحال لوگوں (مُترَفِین) کی بدمستیاں رنگ لاتی ہیں

ہلاکتِ اقوام کے سلسلے میں چھٹا اُصول یہ ہے کہ دولت مند قیادت کی بدمستیوں پر اللہ غضب ناک ہو جاتا ہے۔ قوموں کی قیادت میں ، سیاسی اور عسکری قوتوں کے علاوہ ، اُمراء اور دولت مندوں کا بھی اہم کردار ہوتا ہے ، قرآن نے اِن کے لیے مُترَفِین کا لفظ استعمال کیا ہے۔ قارون کا شمار بھی انہی مُترَفِین میں ہوتا ہے۔ اِن خوشحال لوگوں (مُترَفِین) کی احکامِ الٰہی سے بغاوت بھی ، بعض اوقات ہلاکت کا سبب بنتی ہے۔

﴿ وَ اِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا

جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے خوشحال لوگوں کو (نیکی کا) حکم دیتے ہیں،

فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ

اور وہ اس حکم میں نافرمانیاں (فسق) کرنے لگتے ہیں، تب عذاب کا فیصلہ اس بستی پر چسپاں ہو جاتا ہے،

فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴾ (بنی اسرائیل: 16)

اور ہم اسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں"۔

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- خوشحال لوگوں کو اِضافی اَحکام دیے جاتے ہیں اور اُن کی مالی استطاعت کے مطابق ذمے داریاں عائد کی جاتی ہیں۔ اُن پر زکوٰۃ اور حج فرض ہو جاتا ہے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے اِنفاق اور اِنفاق میں احسان واجب ہو جاتا ہے۔

2- انہیں اَمر بالمَعروف اور نَهْيٌ عَنِ المُنكَر کا حکم دیا جاتا ہے۔

3- خوشحال لوگ (مترفین)، فاسق ہو جاتے ہیں یعنی نافرمان اور بدعمل بن جاتے ہیں۔

4- خوشحال لوگوں کی بدمستی اور بدعملی رنگ لاتی ہے اور ساری بستی پر چند لوگوں کی وجہ سے ، اللہ کا عذاب نازل ہو جاتا ہے۔

5- اللہ تعالیٰ پوری بستی کو پیس کر رکھ دیتا ہے۔

7- ہلاکت میں اَثاثے اور ظاہری شان وشوکت نہیں دیکھی جاتی

ایک بنیادی اُصول یہ بھی ہے کہ ہلاکت میں اثاثے اور ظاہری شان وشوکت نہیں دیکھی جاتی۔ اُن کی شان دار مجلسیں ، اونچے محلات اور بڑے بڑے دیوان خانے (Drawing Halls) نہیں دیکھے جاتے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّ رِءْيًا ﴾

(مریم : 73)

ان سے پہلے ہم کتنی ہی ایسی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں، جو ان سے زیادہ سروسامان رکھتی تھیں اور ظاہری شان وشوکت میں ان سے بڑھی ہوئی تھیں"۔

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- بیش قیمت اَثاثوں اور عالی شان سروسامان رکھنے والی قومیں، تکبر میں مبتلا ہو کر، اللہ تعالیٰ سے بغاوت اور سرکشی کا رویہ اختیار کر لیتی ہیں۔

اپنی دولت کے بل بوتے پر شان وشوکت اور عیاشی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

2- ایسی مغرور قوموں کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر کے ، نسبتاً کم آسودہ حال قوموں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ ہوش کے ناخن لیں۔

8- ہلاکت میں قوموں کی عسکری قوت کا لحاظ نہیں کیا جاتا

ہلاکت کے سلسلے میں ایک اُصول یہ بھی ہے کہ اللہ بڑی طاقتوں ، اُن کے مطلق العنان رہنماؤں اور ان کی عسکری قوت (Military Might) کو بھی خاطر میں نہیں لاتا۔ ظلم اور استحصال سے دنیا کو پاک کرنے کے لیے وقت مقررہ پر اپنے ٹائم ٹیبل کے مطابق اللہ تعالیٰ کا قانون حرکت میں آ جاتا ہے۔

سورۃ القصص میں فرعون اور ہامان کی فوجوں کے لیے (جُنُودُهُمَا) ''دونوں کے لشکروں'' کا ذکر ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پوری عسکری قیادت کو اُن کے لشکروں کے ساتھ غرق کر دیا۔

9- ہلاکت میں قوموں کی مضبوط معیشت کا لحاظ بھی نہیں کیا جاتا

ہلاکت کے سلسلے میں ایک اُصول یہ بھی ہے کہ مجرم قوموں کے رہن سہن ، طرزِ زندگی ، سامانِ معیشت یعنی اُن کی مضبوط معیشتوں (Sound Economics) کو بھی خاطر میں نہیں لایا جاتا ، وہ قومیں جنہیں اپنے رہن سہن ، اپنے سامانِ زندگی پر ناز ہوتا ہے ، بتدریج ناشکری اور کفرانِ نعمت کی مرتکب ہو جاتی ہیں۔ سورۃ القصص ہی کی آیت نمبر 58 میں صاف طور پر خبردار کر دیا گیا کہ ہلاکت میں اُن کے سامانِ معیشت کو بھی ، جس پر انہیں ناز تھا ، (بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا) ملحوظ نہیں رکھا گیا۔

اِس آیت میں ، ہر دور کی ناشکری قوموں کے لیے عبرت ونصیحت کا سامان موجود ہے ، جنہیں اپنی تجارت ، صنعت اور زراعت کا پندار لاحق ہے۔

10- بُرے کاموں سے روکنے والوں کو بچالیا جاتا ہے

ہلاکت کے سلسلے میں ایک اُصول یہ بھی ہے کہ تاریخ میں اللہ تعالیٰ نے نَهْی عَنِ الْمُنكَر کا فریضہ انجام دینے والوں کو عذاب سے محفوظ رکھا۔ قرآن کہتا ہے:

﴿ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوا بِهٖٓ

آخر کار! جب وہ ان ہدایات کو بالکل ہی فراموش کر گئے ، جو انہیں یاد کرائی گئی تھیں تو

اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ

ہم نے ان لوگوں کو بچالیا ، جو برائی سے روکتے تھے

وَ اَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَئِيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴾

(الاعراف: 165)

اور باقی سب لوگوں کو جو ظالم تھے ، ان کی نافرمانیوں پر سخت عذاب میں پکڑ لیا۔"

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- قوموں سے کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ کی نصیحتوں کو یاد رکھیں ، فراموش نہ کریں ، ورنہ اللہ بھی انہیں فراموش کر دے گا۔ یہ بات قرآن میں بار بار بتائی گئی ہے۔

a- ﴿ اَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ﴾ (البقرة : 40)

"اگر تم میرے عہد کو پورا کرو گے تو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔"

b- ﴿ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ ﴾ (البقرة : 152)

"لہٰذا تم مجھے یاد رکھو! تب میں بھی تمہیں یاد رکھوں گا۔"

c- ﴿ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ﴾ (التوبة : 97)

"انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا۔"

2- نصیحت کو بھلا دینے والے فاسق (نافرمان، بدعمل) ہو جاتے ہیں۔

3- نصیحت کو بھلا دینے والے ظالم ہوتے ہیں، انہیں سخت عذاب میں جکڑ لیا جاتا ہے۔

4- صرف اُن لوگوں کو بچالیا جاتا ہے، جو ظالم اور فاسق لوگوں کو برے کاموں سے روکتے تھے ، یعنی نَهْی عَنِ الْمُنكر کا فریقہ انجام دیا کرتے تھے۔

11- اَمْر بِالْمَعروف اور نَهْی عَنِ الْمُنكر کا فریضہ انجام نہ دینے والوں پر عذاب نازل ہوتا ہے

اَمْر بِالمعروف یعنی نیکی کا حکم دینا اور نَهْی عَنِ الْمُنْكر یعنی لوگوں کو برائیوں سے روکنا ، ہر مسلمان پر حسبِ استطاعت فرض ہے ، یہ امتِ مسلمہ کا نصب العین ہے۔ جو مسلمان یہ فریضہ انجام نہیں دیتے ، ان کی دعائیں تک قبول نہیں کی جاتیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بھی نازل ہو جاتا ہے۔ ترمذی میں رسول ﷺ کا ارشاد نقل ہوا ہے۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ ، اَوْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِّنْهُ ، ثُمَّ تَدْعُوْنَهٗ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ . (ترمذی، کتاب الفتن، باب 9)

”اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم اَمْر بِالمعروف اور نَهْی عَنِ الْمُنْكر کرتے رہو !

ورنہ عنقریب اللہ تم پر اپنی طرف سے عذاب نازل کر دے گا ، پھر تم اس سے دعا کرو گے اور تمہاری دعائیں قبول نہیں کی جائیں گی “

12- اِصلاحی قوتوں کی موجودگی میں قوموں کو مکمل طور پر ہلاک نہیں کیا جاتا

ہلاکت کا ایک اہم اُصول یہ بھی ہے کہ اِصلاحی قوتوں کی موجودگی میں ، قوموں کو مکمل طور پر ہلاک نہیں کیا جاتا۔ اُمتِ مسلمہ کو بھی مکمل طور پر ہلاک نہیں کیا جائے گا۔ جیسا کہ حدیثِ نبوی ہمیں خوش خبری دیتی ہے ، البتہ چھوٹے موٹے عذاب آتے رہیں گے۔ لہٰذا ہمیں اِصلاحی سرگرمیوں میں مصروف و منہمک ہو جانا چاہیے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ

''تمہارا ربّ ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو ناحق تباہ کر دے ،

وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ﴾ (ھود : 117)

حالانکہ ان کے باشندے اصلاح کرنے والے ہوں''

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- اللہ تعالیٰ کسی بستی کو ناحق ظالمانہ طور پر ہلاک نہیں کرتا اور نہ اللہ تعالیٰ ذرہ برابر کسی پر ظلم کرتا ہے۔

2- جب تک بستی میں اصلاحی قوتیں (مُصلِحُون) موجود ہوتی ہیں، عذاب نازل نہیں کیا جاتا۔ یہ اصلاحی قوتیں ، اَمر بِالمعروف اور نَہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتی ہیں۔

3- یہی بات سورۃ القصص (آیت نمبر 59) میں بیان کی گئی ہے کہ ہمارا یہ اُصول نہیں کہ بستیوں کو خواہ مخواہ ہلاک کر دیں ، البتہ جب بستی کے لوگ ظالم ہو جاتے ہیں تب ہم اُنہیں ہلاک کر دیتے ہیں۔

ایک اہم نکتہ اور اِستثناء:

مندرجہ بالا اُصول میں ایک استثنائی صورت بھی ہے۔ اصلاحی قوتوں کی موجودگی میں بھی عذاب آسکتا ہے ، جب مصلحین اور صالحین کی تعداد بہت کم ہو جائے اور مجرموں ، فاسقوں اور بدکاروں

کی تعداد بہت زیادہ ہو جائے۔ صحیح البخاری کی ایک حدیث میں اِس نکتے کا انکشاف ہوتا ہے:

حضرت زینب بنتِ جحش نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ!

اَ نُهْلَكُ وَ فِيْنَا الصَّالِحُوْنَ ؟ قَالَ : نَعَمْ ، اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ .

(صحيح البخاری ، كتاب الانبياء ، حديث 3346)

''کیا ہم اُس وقت بھی ہلاک کیے جائیں گے جب کہ ہمارے درمیان صالح افراد موجود ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! جب بدکاروں کی کثرت ہو جائے۔''

13- اُمّتِ مسلمہ پر عمومی عذاب نازل نہیں ہوگا

ہمارا تعلق رسول ﷺ کی امت سے ہے۔ یہ آخری رسول ﷺ کی آخری اُمّت ہے۔ اِس آخری اُمّت کو عمومی عذاب سے دوچار نہیں کیا جائے گا۔

صحیح مسلم کی روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی اُن کی امت کو عمومی ہلاکت سے دوچار نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دُعا قبول فرماتے ہوئے فرمایا:

يَا مُحَمَّدُ! وَ اِنِّیْ اَعْطَيْتُ لِاُمَّتِكَ اَنْ لَّا اُهْلِكَهُمْ بِسَنَةٍ عَامَّةٍ .

(صحيح مسلم ، كتاب الفتن و اشراط الساعة ، عن ثوبان ، حديث 2889)

''اے محمد ﷺ! میں نے تمہیں تمہاری اُمت کے لیے یہ خوشخبری دی ہے کہ اس کو عمومی عذاب سے دوچار نہیں کروں گا۔''

البتہ چھوٹے موٹے عذاب آتے رہیں گے۔ پوری امت کو ختم نہیں کیا جائے گا۔ جامع ترمذی کی حدیث کا حوالہ ابتدائیے میں دیا جا چکا ہے کہ اِس اُمت میں بھی منکرینِ تقدیر کے لیے خَسْف اور مَسْخ کا عذاب ہوگا۔

☆☆☆☆☆☆

پانچواں باب

مقاصدِ ہلاکت

قرآن مجید نے ، قوموں کی ہلاکت کے مندرجہ ذیل مقاصد بیان کیے ہیں۔

1- زمین کو فساد سے پاک کرنا۔

2- ظالموں کو سزا دینا۔

3- عبرت اور نصیحت کا درس دینا۔

4- رجوع الی اللہ کی فضا پیدا کرنا۔

5- ذکرِ الٰہی کا ماحول پیدا کرنا۔

6- دوسری قوم کو جانشین بنانا (استبدالِ قوم)

1- زمین کو فساد سے پاک کرنا

ہلاکتِ اقوام کا پہلا مقصد زمین سے فساد کا خاتمہ ہے۔ جب زمین میں فساد بڑھ جاتا ہے تو اللہ کی رحمت جوش میں آجاتی ہے ، وہ ایک گروہ کو اُٹھا کر اُن کے ذریعے ظالم اور فسادی گروہ کا خاتمہ کرتا ہے۔ یہ بھی بالواسطہ (Indirect) عذاب کی ایک نوعیت ہوتی ہے۔

﴿ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ

اگر اس طرح اللہ انسانوں کے ایک گروہ کو، دوسرے گروہ کے ذریعے سے ہٹاتا نہ رہتا ، تو زمین کا نظام بگڑ جاتا ،

﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (البقرة: 251)

لیکن دنیا کے لوگوں پر اللہ کا بڑا فضل ہے' کہ وہ اس طرح دفع فساد کا انتظام کرتا رہتا ہے''۔

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- اِستبدالِ اَقوام ، یعنی ایک قوم کو دوسری قوم کے ذریعے دفع کرنا بھی ، سنتِ الٰہی ہے۔

2- اِستبدالِ اَقوام کا مقصد ، فساد فی الارض کا خاتمہ ہے۔

3- اِستبدالِ اَقوام ، اللہ تعالیٰ کی دنیا پر فضل ورحمت کی دلیل ہے۔

2- ظالموں کو سزا دینا

قوموں کی ہلاکت کا ایک مقصد ظالموں کو سزا دینا ہے۔ ظالم بستیوں کو ہلاک کر کے رکھ دیا گیا۔ یہ مضمون قرآنِ مجید میں بار بار دہرایا گیا ہے۔

a- ﴿ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ﴾ (النساء : 153)

''اسی سرکشی (ظلم) کی وجہ سے یکا یک ان پر بجلی ٹوٹ پڑی تھی۔''

b- ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ﴾

(هود : 102)

''اور تیرا رب کسی بستی کو پکڑتا ہے تو پھر اس کی پکڑ ایسی ہی ہوا کرتی ہے ، جب وہ ظلم کرنے لگتی ہے۔''

c- ﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِىَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ﴾

(الحج : 48)

''کتنی ہی بستیاں ہیں ، جو ظالم تھیں ، میں نے ان کو پہلے مہلت دی، پھر پکڑ لیا۔''

d- ﴿ صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ﴾

(ال عمران : 117)

”ہوا، جو اُن کی کھیتی پر چلے، جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور پھر اسے برباد کر کے رکھ دے۔“

e- ﴿ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ﴾ (یونس : 13)

”لوگو! تم سے پہلے کی قوموں کو ہم نے ہلاک کر دیا ، جب انہوں نے ظلم کی روش اختیار کی۔“

3- عبرت اور نصیحت کا درس دینا

قوموں کی ہلاکت کا ایک مقصد ، دوسرے لوگوں کو عبرت اور نصیحت کا درس دینا ہوتا ہے ، تا کہ وہ ماضی کی روشنی میں اپنے مستقبل کو سنوار لیں اور اُسی طرح کے انجامِ ہلاکت سے بچیں۔ چند آیات ملاحظہ فرمائیے:

- قومِ نوحؑ کی ہلاکت پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا:

﴿ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ﴾ (الفرقان : 37)

”ہم نے اُن کو غرق کر دیا اور دنیا بھر کے لوگوں کے لیے ایک آیۃ (نشانِ عبرت) بنا دیا۔“

- قومِ عاد کی ہلاکت پر قرآن تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ

”آخر کار انہوں نے اُسے جھٹلا دیا اور ہم نے ان کو ہلاک کر دیا ،

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً، وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ o

یقیناً اس میں ایک آیۃ (نشانی) ہے ، مگر ان میں سے اکثر لوگ ماننے والے نہیں۔

﴿ وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ o ﴾ (الشعراء : 139,140)

اور حقیقت یہ ہے کہ تیرا رب زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔"

ان آیات سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

1- ہلاکت میں عبرت کے دلائل ہیں۔

2- جو لوگ عبرت حاصل کرتے ہیں ، وہ ایمان لے آتے ہیں۔

3- اکثر لوگ عبرت حاصل نہیں کرتے اور کافر ہی رہتے ہیں۔

4- اللہ تعالیٰ کافروں کے لیے عزیز ہے۔ سزا دے گا۔

5- اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں کے لیے رحیم ہے۔ جزا سے نوازے گا۔

- قومِ ثمود کی ہلاکت پر قرآن کا تبصرہ درج ذیل ہے:

a- ﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً وَمَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴾

(الفرقان : 37)

"یقیناً اس میں ایک آیة (نشانی) ہے ، مگر ان میں سے اکثر ماننے والے نہیں۔"

b- ﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴾ (النمل : 52)

"اس میں ایک آیة (نشانِ عبرت) ہے ، اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔"

- قومِ لوطؑ کی ہلاکت پر قرآن کہتا ہے:

a- ﴿ وَلَقَدْ تَّرَکْنَا مِنْھَآ اٰیَةً بَیِّنَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴾

(العنکبوت : 35)

"اور ہم نے اُس بستی کی ایک اٰیَةً بَیِّنَةً (کھلی نشانی) چھوڑ دی ہے ، اُن لوگوں کے لیے ، جو عقل سے کام لیتے ہیں۔"

b- ﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ﴾ (النمل : 52)

''اس واقعے میں بڑی نشانیاں ہیں ، ان لوگوں کے لیے ، جو صاحبِ فراست ہیں۔''

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ عقل اور صاحبِ فراست افراد ہی قانونِ ہلاکت سے سبق حاصل کر سکتے ہیں۔

- اَصحابُ الایکہ کی ہلاکت پر قرآن تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً ، وَمَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴾

(الفرقان : 37)

''یقیناً اس میں ایک آیۃ (نشانی) ہے ، مگر ان میں سے ماننے والے نہیں۔''

- فرعون کی غرقابی پر قرآنی کا تبصرہ ہے:

a- ﴿ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ اٰیَةً

''(اے فرعون!) اب تو ہم صرف تیری لاش ہی کو بچائیں گے ، تاکہ تو بعد کی نسلوں کے لیے آیۃ (نشانِ عبرت) بنے۔

وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴾ (یونس : 92)

اگرچہ بہت سے انسان ایسے ہیں ، جو ہماری آیۃ (نشانیوں) سے غفلت برتتے ہیں۔''

b- ﴿ فَقَالَ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی o

''میں تمہارا سب سے بڑا ربّ ہوں۔

فَاَخَذَہُ اللّٰہُ نَکَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی o

آخر کار اللہ نے اسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔

﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی ۝ ﴾ (النمل : 52)

در حقیقت اس میں بڑی عبرت ہے ، ہر اُس شخص کے لیے جو ڈرے۔"

فرعون کے انجام میں ، اور اُس کی لاش کے بچائے جانے میں ہر خاشی یعنی ہر ڈرنے والے کے لیے عبرت کا سبق موجود ہیں۔

4- رُجُوع اِلَی اللّٰہ کی فضا پیدا کرنا

قوموں کی ہلاکت کا ایک مقصد ، رُجوع اِلی اللّٰہ کی فضا پیدا کرنا ہے۔

قرآن کہتا ہے:

﴿ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى

"تمہارے گرد و پیش میں بہت سی بستیوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں

وَصَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴾ (الاحقاف : 27)

ہم نے اپنی آیات بھیج کر طرح طرح سے ان کو سمجھایا ، تاکہ وہ رجوع کریں"

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- انسانوں کو سمجھانے اور راہِ راست پر لانے کے لیے قرآن میں اللہ تعالیٰ تصریف' سے کام لیتا ہے۔

2- تصریفِ آیات کا مطلب ، انسان کو عقلی ، نقلی ، آفاقی ، انفسی اور تاریخی دلائل کے ذریعے مختلف انداز اور متفرق اسالیب سے سمجھاتا ہے۔

3- تصریف آیات کا مقصد ، رُجوع الیٰ اللّٰہ کروانا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ انسانیت اللہ تعالیٰ اور اُس کے احکامات کی طرف رجوع کرے۔ باغیانہ روش ترک کر کے اطاعت و فرمانبرداری کی زندگی اختیار کرے۔

5- ذکرِ الٰہی کا ماحول پیدا کرنا

اقوام کی ہلاکت کا ایک مقصد اُن بے دین حکومتوں کا خاتمہ بھی ہوتا ہے ، جن کے طرزِ حکومت میں عبادت گاہوں کی تعمیر پر پابندی ہوتی ہے اور مختلف مذاہب کی عبادت گاہوں کو مسمار کر دیا جاتا ہے۔ سوشلزم اور کمیونزم کے نام پر دنیا میں یہی کچھ ہوتا رہا ہے۔

﴿ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ

''اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہے

لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ

تو خانقاہیں ، اور گرجا اور معبد اور مسجدیں سب مسمار کر ڈالی جائیں۔

يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴾ (الحج :40)

جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے۔''

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- اللہ تعالیٰ بعض انسانوں کے ذریعے، بعض انسانوں کو دفع کرتا ہے۔

2- اِس ہلاکت کا مقصد، ذکرِ الٰہی کا قیام ہے۔ یعنی لوگ اللہ کو یاد کرتے رہیں۔

3- اسلام ہی اللہ کے نزدیک دینِ حق ہے، لیکن اسلام زبردستی نہیں کرتا۔

وہ لوگوں کو عقیدے کی آزادی (Freedom of Faith) عطا کرتا ہے۔ یہ انسان کے بنیادی حقوق میں شامل ہے۔

وہ چاہتا ہے کہ مختلف مذاہب کے ماننے والوں کو، اُن کی اپنی عبادت گاہوں میں ، یادِ خدا کی آزادی میسر رہے ، جب کہ اُن کے لیے بہترین راستہ یہی ہے کہ وہ اللہ کے گھروں یعنی مساجد میں مسلمان ہو کر عبادت کریں۔

6- دوسری قوم کو جانشین بنانا

ہلاکت کا مقصد ، دوسری قوم کی آزمائش بھی ہوتی ہے ، بچا لیے جانے والے لوگ ہلاکت یافتہ قوم کے اقتدار اور اَموال پر قابض ہو جاتے ہیں۔ اب اس دوسری قوم کو دیکھا جاتا ہے کہ اُس کا طرزِ عمل کس طرح کا ہوتا ہے؟

﴿ اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ

"کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے ، کتنی ایسی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں ، (جن کا اپنے اپنے زمانے میں دور دورہ رہا ہے)۔

مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَالَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ

ان کو ہم نے زمین میں وہ اقتدار بخشا تھا ، جو تمہیں نہیں بخشا ہے۔

وَ اَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا

ان پر ہم نے آسمان سے خوب بارشیں برسائیں ،

وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ

اور ان کے نیچے نہریں بہا دیں ،

فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴾

(الانعام : 6)

مگر (جب کفرانِ نعمت کیا تو) ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں انہیں ہلاک کر دیا اور ان کی جگہ دوسری قوموں کو اٹھایا"۔

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- عظیم الشان اقتدار کی مالک ترقی یافتہ قوموں کو بھی اللہ تعالیٰ ہلاک کر دیتا ہے۔ اقتدار بھی دراصل رب کی ایک آزمائش کا نام ہے۔

2- بارشوں کی کثرت سے زمینوں کو سیراب کر کے معاشی خوشحالی عطا کرتا ہے۔

3- لیکن کفرانِ نعمت کی مرتکب قوموں کو ، اُن کے ذُنُوب (گناہوں) کی پاداش میں ہلاک کر دیتا ہے۔

4- جب پہلی قوم امتحان میں ناکام ہو جاتی ہے تو اس گنہگار قوم کی ہلاکت کے بعد ، دوسری قوم کو امتحان کے لیے چن لیتا ہے۔
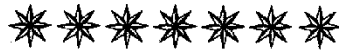
چھٹا باب

ہلاکت کا طریقۂ کار

قرآنِ مجید نے ہلاکت کے طریقۂ کار کے لیے بڑی تفصیل کے ساتھ وضاحت کی ہے۔طریقۂ کار کے سلسلے میں بنیادی طور پر پانچ (5) اُصول ہیں:

1- سرکش قوموں کی ہلاکت ایک سرکش عذاب کے ذریعے سے ہوتی ہے۔
2- ہلاکت بعض اوقات اچانک ہوتی ہے اور بعض اوقات اعلانیہ۔
3- ہلاکت بیداری کی ہلاکت میں بھی ہوتی ہے اور بعض اوقات سوتے ہوئے بھی۔
4- بعض اوقات ہلاکت راست اقدام (Direct Action) کے ذریعے ہوتی ہے۔
5- بعض اوقات ہلاکت بالواسطہ (Indirect Action) کے ذریعے ہوتی ہے۔

1- سرکشوں کی ہلاکت ، سرکش عذاب سے ہوتی ہے

سرکشوں قوموں کی ہلاکت ، سرکش عذاب سے ہوتی ہے۔ طَغویٰ کا علاج طاغِية سے بہتر کیا ہوسکتا ہے؟ قرآن کہتا ہے:

﴿ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ﴾ (الحاقة : 5)

''رہے ثمود! تو وہ طاغِية (ایک سخت حادثہ) سے ہلاک کیے گئے''

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- قومِ ثمود، حضرت صالحؑ کی قوم تھی۔اس قوم نے نہایت سرکشی (طَغویٰ) سے ، اپنے رسول صالحؑ کی تکذیب کی۔

﴿ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوٰهَا ﴾ (الشمس : 11)

''قوم ثمود نے نہایت سرکشی کے ساتھ آیات الٰہی کو جھٹلایا۔''

2- اللہ تعالیٰ نے اِس سرکشی (طَغوٰی) کے جواب میں، ان کو ایک سرکش عذاب (طاغیہ) سے ہلاک کیا۔

3- اللہ تعالیٰ کا اُصول ہے، قوموں کی سرکشی اور طغیان کے عین مطابق، انہیں بے دردی سے ہلاک کردیا جاتا ہے۔

2- ہلاکت اچانک بھی ہوتی ہے اور اعلانیہ بھی

اللہ تعالیٰ کا عذاب بعض اوقات اچانک آتا ہے اور بعض اوقات اعلانیہ۔ قوم ثمود کو تین دن کی مہلت دی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنْ اَتٰكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً

''اگر اللہ کی طرف سے اچانک یا اعلانیہ تم پر عذاب آجائے تو

هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ (الانعام: 47)

کیا ظالم لوگوں کے سوا کوئی اور ہلاک ہوگا؟''

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- اللہ کا عذاب بعض اوقات اچانک آجاتا ہے اور بعض اوقات اعلانیہ آتا ہے۔

2- عذابِ الٰہی کے نتیجے میں ، صرف ظالم قومیں ہی ہلاک کی جاتی ہیں۔

3- ہلاکت بیداری کی حالت میں بھی ہوتی ہے اور سوتے ہوئے بھی

اَچانک ہلاکت ، رات کو سوتے ہوئے بھی ہوسکتی ہے اور دن دہاڑے بھی۔ قرآن کہتا ہے:

﴿ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا

''کتنی ہی بستیوں کو ہم نے ہلاک کردیا! ان پر ہمارا عذاب اچانک رات کے وقت ٹوٹ پڑا

اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ٥

یا دن دہاڑے ایسے وقت آیا ، جبکہ وہ آرام (قیلولہ) کر رہے تھے۔

فَمَا كَانَ دَعْوٰهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ

اور جب ہمارا عذاب ان پر آ گیا تو ان کی زبان پر ،

اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ (الاعراف: 5-4)

اس کے سوا کوئی صدا نہ تھی کہ واقعی ہم ظالم تھے۔"

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- اللہ کا عذاب اچانک بھی آ سکتا ہے، جب لوگ رات کو سو رہے ہوتے ہیں۔
2- اللہ کے عذاب اچانک اُس وقت بھی آ سکتا ہے، جب وہ دوپہر کو قیلولہ کر رہے ہوتے ہیں۔
3- عذابِ الٰہی کے بعد ، ظالم لوگ اعتراف کر لیتے ہیں کہ واقعی وہ ظالم تھے ، اور سزائے الٰہی کے مستحق تھے۔

4- ہلاکت راست اقدام کا نتیجہ ہوتی ہے

اللہ تعالیٰ بعض اوقات ، قوموں کو راست اقدام (Direct Action) سے ہلاک کرتا ہے، اور بعض اوقات بالواسطہ عذاب (Indirect) سے۔

راست عذاب آسمانی بھی ہو سکتا ہے اور زمینی بھی۔ آسمانی عذاب (Air-Borne)، سرکش ہواؤں ، بجلیوں ، خوفناک آوازوں (صَيْحَة) بارشوں وغیرہ سے آتا ہے۔ جبکہ زمینی عذاب (Soil-Borne) زلزلوں ، سیلابوں ، خسفِ الارض ، بیماریوں ، وباؤں وغیرہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

بالواسطہ عذاب میں انسان ، انسان کے مقابل ہوتے ہیں۔ اور ایک قوم سے دوسری قوم کو سزا دی جاتی ہے۔

آسمانی عذاب سے بھی ہلاکت ہوتی ہے اور زمینی عذاب سے بھی:

اللہ تعالیٰ سورۃ الانعام میں ارشاد فرماتا ہے۔

﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ

”کہیے! وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب ،

عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ

اوپر سے نازل کردے ، یا تمہارے قدموں کے نیچے سے برپا کردے ،

اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ﴾

(الانعام : 65)

یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کرکے ، ایک گروہ کو دوسرے گروہ کی طاقت کا مزہ چکھوا دے۔“

اس آیت سے مندرجہ ذیل چار (4) باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- اللہ تعالیٰ اوپر سے عذاب نازل کرسکتا ہے۔

جیسے: بجلی ، ہوا ، بارش ، طوفان وغیرہ کا عذاب۔

2- اللہ تعالیٰ قدموں کے نیچے سے عذاب نازل کرسکتا ہے ،

جیسے: زلزلہ ، خسفِ زمین ، سیلاب ، وبائیں وغیرہ۔

3- مندرجہ بالا دونوں صورتیں راست عذاب (Direct Action) کی ہیں۔

جبکہ تیسری صورت بالواسطہ عذاب (Indirect Action) کی ہے۔

4- اللہ تعالیٰ بعض انسانوں کو ، بعض انسانوں سے سزا دلواتا ہے۔ انسان ، مختلف گروہ

بنا کر ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہوتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کا قتلِ عام شروع کر دیتے ہیں۔

- **راست ہلاکت کے مختلف طریقے:**

سورۃُ العنکبوت میں قوموں کی ہلاکت کے چار(4) طریقے بتائے گئے ہیں۔ یہ چاروں طریقے راست ہلاکت (Direct Action) کا نتیجہ تھے۔

﴿ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْبِهٖ

"آخرکار! ہرایک (ظالم قوم) کو، ہم نے اُس کے گناہ کی پاداش میں پکڑا،

1- فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا

پھر ان میں سے کسی پر ہم نے پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیجی، (جیسے قوم عاد)

2- وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ

اور کسی کو ایک زبردست دھماکے نے آلیا،

(جیسے قومِ ثمود، قومِ شعیبؑ، قومِ لوطؑ)

3- وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ

اور کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا، (جیسے قارون)

4- وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا

اور کسی کو غرق کر دیا، (جیسے قومِ نوحؑ اور آلِ فرعون)

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾

(العنکبوت :40)

اللہ اُن پر ظلم کرنے والا نہ تھا، مگر وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے۔

5- بعض اوقات ہلاکت بالواسطہ (In-Direct) ہوتی ہے

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے کہا کہ وہ کافروں کے خلاف جنگ کریں۔ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے کافروں کو عذاب دینا چاہتا ہے۔ یہ ہلاکت کا بالواسطہ (Indirect) طریقہ ہے۔

a- ﴿ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيكُمْ

"اے مسلمانو! ان سے لڑو! اللہ تمہارے ہاتھوں سے ان کو سزا دلوائے گا،

وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ

اور انہیں ذلیل وخوار کرے گا اور ان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا،

وَ يَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ٥

اور بہت سے مومنوں کے دل ٹھنڈے کرے گا،

وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ﴾ (التوبۃ : 14-15)

اور ان کے قلوب کی جلن مٹا دے گا"۔

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- بعض اوقات اللہ تعالیٰ ظالم قوموں کو راست (Direct Action) کے ذریعے ہلاک کرتا ہے۔ یعنی سیلاب، زلزلے، طوفانی ہوا وغیرہ سے۔

2- بعض اوقات ایک قوم سے دوسری قوم کو سزا دی جاتی ہے۔

یہاں اللہ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ کافروں سے جنگ کریں۔ وہ مسلمانوں کے ذریعے (By Indirect Action) کافروں کو سزا دلانا چاہتا ہے۔ یہی بات سورۃ محمدؐ میں بھی واضح کی گئی ہے۔

b- ﴿ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ

"اللہ چاہتا تو خود ہی ان (کافروں) سے نمٹ لیتا ، مگر یہ (طریقہ اس نے اس لیے اختیار کیا ہے)

وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ﴾ (محمد 4)

تا کہ تم لوگوں کو، ایک دوسرے کے ذریعے آزمائے"

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- اللہ تعالیٰ راست اقدام (Direct Action) کے ذریعے خود کافروں سے انتقام لے سکتا ہے ، لیکن اُس کی حکمت عملی یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے ذریعے ان کافروں کا خاتمہ چاہتا ہے۔

2- مسلمان انہیں اسلام کی دعوت دیں اور توسیع اسلام کی مزاحمت پر ان سے جنگ کریں۔ وہ آزماتا رہتا ہے کہ مسلمان کس قدر اس کے احکاماتِ جہاد پر عمل درآمد کرتے ہیں۔

****

ساتواں باب

عبرت کیسے حاصل ہو؟

قرآن بار بار قوموں کی تاریخِ ہلاکت بیان کرتا ہے اور پھر ماضی کے ان واقعات سے نصیحت وعبرت حاصل کرنے کا درس دیتا ہے۔ ہم نے تمہارے ہم مشربوں کو ہلاک کر کے چھوڑا ، تو ہے کوئی ان کے انجام سے سبق لینے والا ؟ تمہارے جرائم بھی ایسے ہیں۔ تمہارے لیے الگ کوئی قانون نہیں۔

سورۃ القمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾ (القمر :51)

''یقیناً! تم جیسے بہت سوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں۔ پھر ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟ ''

لیکن سوال یہ ہے کہ یہ عبرت ونصیحت کیسے حاصل کی جائے؟

قرآن مجید ہمیں اس معاملے میں بھی بے ہدایت نہیں چھوڑتا۔ وہ صاف کہتا ہے کہ اِنسان کی عقل اور اُس کا دل (جو مقامِ تقویٰ بھی ہے) حصولِ عبرت میں زبردست مدو معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

اِس سلسلے میں چار باتیں بڑی اہم ہیں۔

1- اہلِ عقل (اُولُوا النُّهٰی) ہی عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔
2- دلوں کی ویرانی، آثارِ ہلاکت سے سبق حاصل نہیں کر سکتی۔
3- تقویٰ ہی سے دشمنوں کی ہلاکت اور اِستِخلاف فِي الأرض حاصل ہوتا ہے۔
4- عذاب یافتہ بستیوں پر گذر ہو تو خوف سے رونا چاہیے۔

اہلِ عقل (اُولُوا النُّھٰی) ہی عبرت حاصل کر سکتے ہیں

اہلِ عقل (اولو النُّھیٰ) ، اہلِ فراست (مُتَوَسِّمِیْنَ) اوراہلِ دل افراد ہی تاریخ کے ان عبرتناک واقعات سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ وہ لوگ جوغوروفکر کرتے ہیں ، وہ لوگ جن کے دل نرم ہوتے ہیں ، اور وہ لوگ جن کے دل میں خشیت ہوتی ہے۔اور وہ لوگ جوتقویٰ کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔

ہلاکت یافتہ افراد کی تباہ شدہ بستیوں پر عام وخاص سبھی کا گذر ہوتا ہے۔ لیکن عقل مند لوگ ہی فیض حاصل کرتے ہیں۔قرآن کہتا ہے:

﴿ اَفَلَمْ یَھْدِ لَھُمْ کَمْ اَھْلَکْنَا قَبْلَھُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ

’’ پھر کیا لوگوں کو (تاریخ سے) کوئی ہدایت نہ ملی کہ ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے

یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰکِنِھِمْ

جن کی برباد (شدہ) بستیوں میں آج یہ چلتے پھرتے ہیں؟

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّھٰی ﴾ (طٰہٰ: 128)

درحقیقت اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ، ان لوگوں کے لیے جو عقلِ سلیم رکھنے والے ہیں‘‘۔

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- ہلاکت یافتہ قوموں کے کھنڈرات اور اُجڑی ہوئی بستیوں سے اکثر لوگوں کا گذر ہوتا رہتا ہے۔

2- لیکن عقلِ سلیم رکھنے والے (اُولُوا النُّھٰی) ہی عبرت حاصل کرتے ہیں۔

3- نادان اور بے وقوف ، تاریخ سے کوئی سبق نہیں لیتے۔

دلوں کی ویرانی، آثارِ ہلاکت سے سبق حاصل نہیں کر سکتی

اس کے برخلاف وہ لوگ جو آنکھیں تو رکھتے ہیں ، لیکن سینوں کے اندر دل اور ضمیر نامی کوئی چیز نہیں رکھتے ، بس یوں ہی گذر جاتے ہیں۔ وہ سر کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں ، دل کی آنکھوں سے نہیں دیکھتے۔ قرآن اس حقیقت کو کھولتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ

''کتنی ہی خطا کار (ظالم) بستیاں ہیں ، جن کو ہم نے تباہ (ہلاک) کیا ہے ،

فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا

اور آج وہ اپنی چھتوں پر الٹی پڑی ہیں ،

وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ۝

کتنے ہی کنوئیں بیکار اور کتنے ہی قصر کھنڈر بنے ہوئے ہیں!

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ

کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ ان کے دل سمجھنے والے ہوتے ،

اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا

اور ان کے کان سننے والے ہوتے؟

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ

حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں،

وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴾ (الحج :45-46)

مگر وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں ، جو سینوں میں ہیں''۔

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- ظالم بستیوں کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔

2- اللہ تعالیٰ کنوؤں کو بے کار اور محلات کو کھنڈر بنا دیتا ہے۔

3- تباہ شدہ بستیوں میں چل پھر کر عبرت حاصل کرنا چاہیے۔

4- زندہ دل اور بیدار ضمیر لوگ ہی ، ان عبرتناک واقعات سے سبق حاصل کر سکتے ہیں۔

5- بے ضمیر اور مردہ دل حضرات اپنی گمراہی ہی میں مگن رہتے ہیں ، وہ ہرگز عبرت و نصیحت حاصل نہیں کر سکتے۔

تقویٰ ہی سے دشمنوں کی ہلاکت اور اِستِخلاف فِی الأرض حاصل ہوتا ہے

دل کی یہی کیفیت ، مسلمان کو توحید پر ثابت قدمی اور تعلق باللہ پر استواری پر آمادہ کرتی ہے۔ تقویٰ دل ہی میں ہوتا ہے اور اِسی تقوے سے اِستِخلاف فِي الارض کی سعادت حاصل ہوتی ہے اور یہی متقین (صاحب تقویٰ افراد) کا اجر ہے۔ آیاتِ ربانی ملاحظہ فرمایئے:

﴿قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ،

"حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو !

اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○

زمین اللہ کی ہے ، اپنے بندوں میں جس کو چاہتا ہے ، اس کا وارث بنا دیتا ہے ، اور آخری کامیابی انہی کے لیے ہے ، جو اُس سے ڈرتے ہوئے کام کریں ،

قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا

اُن کی قوم (بنی اسرائیل) کے لوگوں نے کہا' آپ کے آنے سے پہلے بھی ہم ستائے جاتے تھے اور اب آپ کے آنے پر بھی ستائے جا رہے ہیں۔

قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ

حضرت موسیٰ نے کہا: قریب ہے وہ وقت کہ تمہارا رب تمہارے دشمن (فرعون) کو ہلاک کر دے

وَ يَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴾

(الاعراف :128-129)

اور تم کو زمین میں خلیفہ بنائے ، پھر اللہ دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟ ''

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- ہلاکت کا مقصد، ایک ظالم قوم کو ہلاک کر کے ، دوسری قوم کو جانشین بنانا ہوتا ہے۔

2- پھر دوسری قوم کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ جانشینی کے فرائض احسن طور پر انجام دیتی ہے یا نہیں؟۔

﴿ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴾

3- اللہ ہی زمین کا مالک اور بادشاہ ہے (اِنَّ الأَرْضَ لِلّٰه) ، جس کو چاہے اقتدار عطا کر دے۔

4- ہلاکت کے بعد زمین کی وراثت ، دوسری قوم کی طرف منتقل کر دی جاتی ہے۔

5- صبر اور تعلُّق باللہ کے نتیجے میں زمین کی خلافت اور وراثت حاصل ہوتی ہے۔

﴿ اسْتَعِيْنُوا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ﴾

6- اللہ سے ڈر ڈر کر اور اُس کے حرام سے بچ بچ کر زندگی گذارنے والے متقین ہی کے لیے بہترین انجام ہے۔　﴿ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾

7- تقویٰ ہی مسلمانوں کی دنیاوی اور اُخروی کامیابی کا ضامن ہے۔

قرآنِ مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنے والوں کو بچا لیتا ہے۔

﴿ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴾ (حم السجدة : 18)

''اور ہم نے اُن لوگوں کو بچالیا جو ایمان لائے تھے اور گمراہی و بدعملی سے پرہیز کرتے تھے۔''

عذاب یافتہ بستیوں پر گذر ہو تو خوف سے رونا چاہیے

رسول اللہ ﷺ کا گذر جب قومِ ثمود کی تباہ شدہ بستیوں پر ہوا تو آپ نے صحابہؓ سے فرمایا:

لَا تَدْخُلُوْا مَسَاكِنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ حَذَراً اَنْ يُصِيْبَكُمْ مِثْلُ مَا اَصَابَهُمْ .

(صحيح مسلم ، كتاب الزهد و الرقائق ، عن ابن عمر ، حديث2980)

''ہلاکت یافتہ قوموں کی بستیوں میں داخل نہ ہونا مگر اِس حالت میں کہ تم عبرت سے رو رہے ہو، تمہارے دل میں یہ خوف ہونا چاہیے کہ تم پر بھی کہیں اِسی طرح کا عذاب نازل نہ ہو جائے۔''

یہ فرماتے ہوئے آپ ﷺ بڑی تیزی کے ساتھ اِس بستی سے دور نکل گئے۔

✲✲✲✲✲✲✲

آٹھواں باب

ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

ہمیں آفاتِ الٰہی پر صبر واستقلال کا مظاہرہ کرنا چاہیے

اللہ تعالیٰ آسائشوں اور آرام کے ذریعے بھی آزماتا ہے اور مصیبتوں اور پریشانیوں کے ذریعے بھی آزماتا ہے۔ ہمیں نعمتوں پر شکر ادا کرنا چاہیے اور تکالیف و آرام پہنچنے پر صبر کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے صاف کہہ دیا ہے کہ وہ خوف بھوک اور جان و مال کے نقصان سے ضرور بہ ضرور ہمیں آزمائے گا۔

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝

''اور ہم ضرور تمہیں خوف وخطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے، ان حالات میں جو لوگ صبر کریں،

الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝

اور جب کوئی مصیبت پڑے، تو کہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے،

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ

انہیں خوشخبری دے دو، ان پر اُن کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی، اُس کی رحمت اُن پر سایہ کرے گی،

وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ○﴾ (البقرۃ : 155 تا 157)

اور ایسے ہی لوگ راست رو ہیں۔"

اِس زلزلے کے نتیجے میں جو جانی اور مالی نقصان ہوا ہے ، اُسے قرآن کی روشنی میں آزمائش سمجھتے ہوئے ، ہمیں صبر واستقلال کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

ہمیں زلزلہ زدگان کی حتیّٰ الامکان مدد کرنا چاہیے

الحمد للہ ! ساری قوم نے بے مثال ایثار کا مظاہرہ کیا ہے۔ ملک کے گوشے گوشے سے امدادی سامان سے لدے ٹرک متاثرہ علاقوں میں پہنچ گئے۔ لیکن یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ صرف بستر، کمبل اور خوراک ہی ان کی ضرورت نہیں ہے ، بلکہ ان کی دینی اور ایمانی تربیت بھی ان کی ضرورت اور ہمارا فریضہ ہے۔

اندیشہ ہے کہ مغرب کی غیر سرکاری رفاہی تنظیمیں ، یتیم بچوں اور بچیوں کو اُٹھا کر لے جائیں گی ، یا پھر انہیں عیسائی بنا دیں گی ، یا پھر انہیں اِس قدر مغرب زدہ اور سیکولر بنا دیں گی کہ یہ صرف نام کے مسلمان رہ جائیں گے۔

ضرورت ہے کہ زلزلہ زدگان کی ہنگامی مدد بھی کی جائے ، جو بہت حد تک ہو چکی ہے ، اور اس کے ساتھ ساتھ اچھی اور طویل المیعاد منصوبہ بندی کی جائے ، تاکہ ایسے اِدارے قائم ہو جائیں ، جو یتیم بچوں کی نہ صرف کفالت کر سکیں، بلکہ ان کی اسلامی تربیت کو یقینی بنائیں۔

ہمیں خود اپنی موت کو یاد کرنا چاہیے

ہم نے ٹیلی ویژن پر اور متاثرہ مقامات پر سر کی آنکھوں سے لوگوں کو دیکھا کہ ہزاروں لوگ مرے پڑے ہیں ، ہزاروں زخمی ہیں اور ہزاروں مدد کے لیے فریاد کناں ہیں۔ لیکن سوال یہ

ہے کہ کیا ایسے میں ہمیں اپنی موت یاد آئی؟ کیا ہم نے کوئی عبرت حاصل کی؟ کیا ہماری اپنی زندگی میں کوئی تبدیلی محسوس کی گئی؟ کیا اللہ تعالیٰ سے ہمارا تعلق زیادہ مضبوط ہوگیا؟ کیا ہم باجماعت نماز کا اہتمام کرنے لگے ہیں؟ کیا ہماری بہنیں شرم وحیا سے عاری لباس ترک کر کے اِسلام کے احکامِ ستر وحجاب پر عمل کرنے کا اِرادہ کرچکی ہیں؟ کیا ہماری قیادت نے اسلام پر عمل کے بارے میں سوچا ہے؟ کیا ہم نے اپنی ترجیحات کا ازسرِنو جائزہ لینے کا مصمم اِرادہ کرلیا ہے؟ اگر نہیں تو پھر دیر کس بات کی ہے۔ آدمی اپنی اگلی منزل کا احساس کرتے ہوئے اگلے مرحلوں کی تیاری پر فکر مند ہوجائے تو یہی اِس کی نجات کا اِن شاءاللہ ذریعہ بن جائے گا۔

ہمیں قیامت کا خوف اختیار کرنا چاہیے

یہ زلزلے قیامت کا پیش خیمہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے قیامت کی جو نشانیاں بتائی ہیں، اُن میں زلزلوں کی کثرت بھی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقْبَضَ الْعِلْمُ ، وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ ، وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ ، وَ يَظْهَرَ الْفِتَنُ ، وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ ، وَهُوَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ حَتّٰى يَكْثُرَ فِيكُمُ الْمَالُ فَيَفِيضُ

(بخاری ، کتاب الاستسقاء ، عن ابی ہریرۃ)

”قیامت اُس وقت تک قائم نہیں ہوگی ، جب تک علم نہ اٹھالیا جائے ، زلزلوں کی کثرت نہ ہو ، وقت سمٹ نہ جائے ، فتنوں کا ظہور نہ ہو اور ہرج عام نہ ہوجائے۔ ہرج یعنی قتل اِس قدر عام ہوگا کہ مال و دولت کے چشمے ابلنے لگیں گے۔“

- ہمیں یوں سمجھنا چاہیے کہ یہ زلزلے ، اُس بڑے زلزلے کی ایک تمہید ہے ، جو روزِ قیامت برپا ہوگا۔ صحابہ کرامؓ کا یہ عالم تھا کہ تیز ہوا چلتی تو اسے قیامت کی آمد سمجھ لیتے۔

- قیامت وہ دن ہے ، جب ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائے گی ، ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا۔اور لوگ تم کو مدہوش نظر آئیں گے، حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے، بلکہ اللہ کا عذاب ہی کچھ ایسا سخت ہوگا۔(الحج:2)
- قیامت کے دن ، آدمی اپنے بھائی ، اپنی ماں ، اپنے باپ ، اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے فرار حاصل کرے گا۔(عبس:34 تا36)
- قیامت کے دن ، نہ مال کوئی فائدہ دے گا اور نہ ہی اولاد۔(الشعراء:88)
- قیامت کے دن ، کوئی دوست اپنے کسی دوسرے دوست کے کام نہ آئے گا۔(الدخان:41)
- قیامت کے دن کی سختی بچوں کو بوڑھا کردے گی۔(المزمل:17)
- وہ دن ، جب کوئی شخص کسی دوسرے کی مدد پر اختیار نہ رکھے گا اور صرف اللہ تعالیٰ کا حکم چلے گا۔ (الانفطار:19)

ہمیں توبہ واستغفار کا اہتمام کرنا چاہیے

ہمیں توبہ واستغفار کا اہتمام کرنا چاہیے۔پہلے توبہ اور استغفار کے فرق کو سمجھ لیجیے۔

توبہ اور استغفار کا فرق

توبہ ، احساسِ گناہ کے بعد ، اعترافِ گناہ ، اورعزمِ اجتنابِ گناہ ہے۔

اور اِستغفار ، درخواستِ پردہ پوشیٔ گناہ، گذارشِ مغفرت ، گذارشِ عفوودرگذر ، دِرخواستِ عدمِ محاسبہ اور درخواستِ نجاتِ عذاب ہے۔

اِستغفار کی اہمیت کا اندازہ،اس حقیقت سے کیجیے کہ حضور ﷺ دن میں سو سے زائد مرتبہ ، اِستغفار کیا کرتے تھے۔ (مسلم ، کتاب الذکر والدعاء ، باب12)

تَوبۃُ النَّصُوح

اللہ تعالیٰ نے ہمیں تَوبۃُ النَّصُوح یعنی خالص توبہ اور مخلصانہ رجوع کا حکم دیا ہے۔

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ ﴾ (التحریم : 8)

" اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ، اللہ کی طرف مخلصانہ رجوع کرو! امید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے گناہ مٹا دے گا۔"

تَوبۃُ النَّصُوح سے مراد ایسی توبہ ہے، جس کے بعد آدمی اپنے گناہوں پر نادم اور شرمسار ہو، پھر گناہ کا خیال بھی دل میں نہ لائے ، اور جن لوگوں کے حقوق سلب کیے گئے ہیں ، اُن سب کو اُن کے حقوق واپس کرے (بشرطیکہ وہ زندہ ہوں ، ورنہ توبہ کافی ہوگی)۔

اِستغفار کے فوائد

آج ہم لوگ بھی گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ کبیرہ اور صغیرہ دونوں کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ شرک ، سود ، رشوت ، بے ایمانی ، ظلم ، استحصال عام ہے۔

قرآن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہلاکت یافتہ قوموں کے سامنے ، اُن کے پیغمبروں نے اولاً اُن کے گناہ اور ذُنُوب ایک ایک کر کے گنوائے پھر انہیں ایمان ، تقویٰ ، توبہ اور اِستغفار کی دعوت دی۔

آج ہم بھی توبہ اور اِستغفار سے کام لیں تو اللہ کا عذاب ہم پر سے ٹل سکتا ہے۔ اُس کی رحمت جوش میں آسکتی ہے ، اور ہمیں مزید مہلت مل سکتی ہے۔

<u>استغفار کے مندرجہ ذیل فوائد ہیں:</u>

1- اِستغفار سے، بارش کی کثرت ہوتی ہے۔ اور لوگوں کو خوشحالی نصیب ہوتی ہے۔ (نوح:11)
2- اِستغفار سے ، مال میں اضافہ ہوتا ہے۔ (نوح:12)
3- اِستغفار سے ، اولادِ نرینہ عطا کی جاتی ہے۔ (نوح:12)
4- اِستغفار سے ، باغات اور نہریں عطا کی جاتی ہیں۔ (نوح:12)
5- اِستغفار سے ، دنیاوی عذاب ٹال دیا جاتا ہے۔ اور قوم کو کچھ سالوں کی مزید مہلت مل جاتی ہے۔ (ہود:3)
6- اِستغفار سے ، ہر تنگی اور مشکل سے نجات ملتی ہے۔ (سنن ابی داؤد)
7- اِستغفار سے ، ہر فکر اور پریشانی سے چھٹکارا نصیب ہوتا ہے۔ (سنن ابی داؤد)
8- اِستغفار سے ، رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے اور ایسے طریقے سے رزق عطا کیا جاتا ہے ، جو انسانوں کے وہم و گمان میں نہیں ہوتا۔ (سنن ابی داؤد، مسند احمد)

توبہ و استغفار سے سارے گناہ معاف ہو سکتے ہیں

توبہ و اِستغفار سے سارے گناہ معاف ہو سکتے ہیں ۔اللہ خود کہتا ہے:

﴿ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ ، لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴾ (الزمر:53)

”اے نبی ﷺ (میری طرف سے) اعلان کر دیجیے! اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے ، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جانا ، یقیناً! اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے ، وہ تو غفور اور رحیم ہے۔“

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر کتنا مہربان ہے؟ اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں سے

خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا۔ "اللہ کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا"۔ وہ تمام گناہ کبیرہ اور صغیرہ معاف کرتا ہے ، وہ غفور ہے اور رحیم ہے ، بندے کے بس ہاتھ اٹھانے ، توبہ کرنے ، استغفار کرنے ، معافی مانگنے اور اعتراف کرنے کی دیر ہے۔

استغفار سے دنیاوی عذاب ٹل جاتا ہے

سنن ترمذی میں ، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَىَّ اَمَانَيْنِ لِاُمَّتِیْ : ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ﴾ ، ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ ، فَاِذَا مَضَيْتُ ، تَرَكْتُ فِيْهِمْ الاِسْتِغْفَارَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

"اللہ تعالیٰ نے مجھ پر میری امت کے لیے دو طرح کی سلامتی نازل کی ہے۔ پھر آپ نے سورۃ الانفال کی آیت نمبر 33 پڑھی، جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

1- ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ﴾ (الانفال 33)

"جب تک، ان کے درمیان، آپ ﷺ موجود ہوں، اللہ کے لیے سزاوار نہیں کہ وہ آپ کی قوم پر (پچھلی قوموں کی طرح) عذاب نازل کرے۔"

2- ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ (الانفال: 33)

"اللہ کے لیے سزاوار نہیں کہ وہ ان پر عذاب مسلط کرے، جب تک کہ وہ استغفار کرتے رہیں"

پھر حضور ﷺ نے فرمایا: "جب میں چلا جاؤں گا (اور پہلی سلامتی اٹھ جائے گی) تو امت کے لیے ، میں نے ان کے درمیان ، استغفار (دوسری سلامتی) کو چھوڑ دیا ہے ، جو قیامت تک باقی رہے گی"۔ (ترمذی)

استغفار سے قوموں کو ، مزید مہلت مل جاتی ہے

قوموں کے عروج وزوال میں بھی ، استغفار کا بڑا حصہ ہے۔اگر گنہگار قوم ، اِستغفار کرے ، تو اسے مزید کچھ عرصہ کی مہلت مل جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اعلان کر دیا:

﴿ وَاَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوٓا اِلَيْهِ ، يُمَتِّعْكُمْ مَتَاعاً حَسَناً اِلٰىٓ اَجَلٍ مُسَمًّى ، وَيُؤْتِ كُلَّ ذِىْ فَضْلٍ فَضْلَهُ ﴾

(هود: 3)

'' اور یہ کہ تم اپنے رب سے معافی چاہو اور اس کی طرف پلٹ آؤ ! تو وہ ایک مدت خاص تک ، تم کو اچھا سامانِ زندگی دے گا ، اور ہر صاحب فضل کو اس کا فضل عطا کرے گا۔''

ہمیں اللہ کی طرف رُجوع کرنا چاہیے

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں صاف کہہ دیا ہے کہ اُس کے عذاب کے آنے سے پہلے پہلے ہمیں اللہ تعالیٰ کی اِنَابَت اختیار کرنی چاہیے ، اور اسلام یعنی سپردگی کا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

ہماری موت ، اِطاعت اور فرمانبرداری کی حالت میں ہو۔اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے:

﴿ وَاَنِيْبُوٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴾ (الزمر : 54)

''پلٹ آؤ! اپنے رب کی طرف اور اُس کے مطیع بن جاؤ! قبل اِس کے کہ تم پر عذاب آجائے اور پھر کہیں سے تمہیں مدد نہ مل سکے۔''

ہمیں تَضَرُّع اختیار کرنا چاہیے تا کہ بلائیں ٹل جائیں

زلزلے کے نتیجے میں جو مصیبت اہلِ ملک پر نازل ہوئی ہے ، اُس پر ہمیں اپنے دلوں کی سختی دور کرتے ہوئے تَضَرُّع اختیار کرنا چاہیے۔

یہی تو اِن آزمائشوں کے پیچھے مقصد کارفرما ہے۔ (لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ) اپنے خالق رب کے حضور عاجزی وانکساری کے ساتھ گڑگڑانا ہمیں مصیبت سے نجات دلا سکتا ہے۔

قرآن کہتا ہے:

﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ

''تم سے پہلے بہت سی قوموں کی طرف ہم نے رسول بھیجے ،

فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ ، لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ٥

اور ان قوموں کو مصائب وآلام میں مبتلا کیا ، تا کہ وہ تَضَرُّع اختیار کریں ،

(یعنی عاجزی کے ساتھ ہمارے سامنے جھک جائیں)

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ

پس جب ہماری طرف سے ان پر سختی آئی تو کیوں نہ انہوں نے عاجزی اختیار کی؟

مگر ان کے دل تو اور سخت ہو گئے

وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥ ﴾ (الانعام :42-43)

اور شیطان نے ان کو اطمینان دلایا کہ جو کچھ تم کر رہے ہو خوب کر رہے ہو''

<u>اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:</u>

1- باساء اور ضرّاء (مصیبتوں اور تکلیفوں) کا مقصد تَضَرُّع پیدا کرنا ہے۔

2- اللہ چاہتا ہے کہ اُس کے باغی بندے (اُس کی طرف پلٹیں) اُس کے سامنے گڑگڑائیں۔ عاجزی سے جھک جائیں۔ اور اُس کے احکامات کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں۔

4- دل کی قساوت اور سختی ، تَضَرُّع (عاجزی) اختیار کرنے میں حائل ہو جاتی ہے۔

5- شیطان، انسانوں کی باغیانہ روش کو دلکش بنا کر پیش کرتا ہے۔

ہمیں صفاتِ الٰہی کو ہمیشہ ذہن میں تازہ رکھنا چاہیے

اللہ تعالیٰ کے حسین وجمیل صفات پر مبنی حسین وجمیل نام ہیں ، جنہیں ہم الاَسماءُ الحُسنیٰ کہتے ہیں۔ اِس کتاب کے پہلے باب میں ہم نے اللہ تعالیٰ کی کچھ صفات گنوائی ہیں۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ، مختلف اَحکام اور مختلف واقعات کے ساتھ موتیوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں۔ ہمیں صفاتِ الٰہی کا استحضار کرنا چاہیے ، یعنی ہمیشہ اِن صفات کو اپنے ذہن میں تازہ رکھنا چاہیے۔

صفاتِ الٰہی کے استحضار کے بے شمار فوائد ہیں ، جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

- انسان ، گناہوں سے بچ جاتا ہے۔
- انسان ، اللہ کے عذاب سے ڈرنے لگتا ہے۔
- انسان ، اللہ کی رحمت کا امیدوار بن جاتا ہے۔
- انسان ، پریشانیوں سے نجات پالیتا ہے۔
- انسان ، فرائض کا پابند ہو جاتا ہے۔ اسے ترک کرنے کا تصور بھی نہیں کرتا۔
- انسان ، آخرت کی فکر اور تیاری میں مشغول ہو جاتا ہے۔
- انسان ، باطل کا مقابلہ کرنے کی ہمت حاصل کرتا ہے۔

- انسان ، مصلحت و مداہنت سے کام نہیں لیتا۔
- انسان ، نفاق اور دو رنگی سے چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے۔
- انسان ، مخلوقِ خدا سے اور دشمنانِ دین سے اذیت اور تکلیف پہنچنے پر ، خود کو تنہا محسوس نہیں کرتا ، بلکہ ہر وقت اللہ کی طاقت اور اللہ کی معیت اپنے شاملِ حال پاتا ہے۔

ذُنُوب کی مغفرت کے لیے اتباعِ سنت کا اہتمام کرنا چاہیے

ہلاکت ذُنُوب سے ہوتی ہے اور اتباعِ سنتِ رسول ﷺ سے ذُنُوب کی مغفرت ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کے نتیجے میں ہمیں دو فوائد حاصل ہوں گے:

پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ ہم سے محبت کرنے لگے گا اور دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ ہمارے گناہوں کو معاف کردے گا۔

قرآن کہتا ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ

”اے نبیؐ ، لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو! اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (ال عمران : 31)

وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔“

ہمیں ذکرِ الٰہی میں مشغول ہونا چاہیے

ذکرِ الٰہی سے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔اس لیے ہمیں کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا چاہیے۔

ایک حدیث میں حضرت انسؓ سے روایت ہے:

مَرَّ عَلَى شَجَرَةٍ يَابِسَةِ الْوَرَقِ ، فَضَرَبَهَا بِعَصَاهُ ، فَتَنَاثَرَ الْوَرَقُ، فَقَالَ : إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَلاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ تُسَاقِطُ ذُنُوبَ الْعَبْدِ ، كَمَا يَتَسَاقَطُ وَرَقُ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ. (صحیح مسلم)

”حضور ﷺ ایک ایسے درخت کے پاس سے گزرے ، جس کے پتے سوکھ چکے تھے، آپ نے اس پر اپنا عصا مارا ، تو اس کے سوکھے پتے جھڑ پڑے ، آپ نے فرمایا: ”سُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَلاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ“ کے کلمات، بندے کے گناہوں کو ، اس طرح جھاڑ دیتے ہیں ، جس طرح اس درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔“

قرآن وسنت میں عملی دلچسپی لینا چاہیے

ہماری اس آخری اُمت کی دنیاوی اور اُخروی فلاح کا دار و مدار صرف آخری رسول محمد ﷺ کو دی جانے والی وحی ، یعنی قرآن وسنت پر موقوف ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے یہی دو چیزیں چھوڑی ہیں۔لہٰذا ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم قرآنِ مجید کے حقوق بھی ادا کریں اور سنتِ رسول ﷺ کے حقوق بھی ادا کریں۔

1- قرآنِ مجید کے حقوق یہ ہیں کہ اُس پر شعوری طور پر ایمان لایا جائے ، اُس کا ادب اور احترام کیا جائے ، اِس کو رُک رُک کر ترتیل کے ساتھ پڑھا جائے ، اُس کے زیادہ سے زیادہ حصے کو حفظ کیا جائے ، حفظ کردہ سورتوں کو حافظے میں زندہ اور تازہ رکھا جائے ، اچھی آواز سے پڑھا جائے ، قرآنِ مجید کا گہرائی اور گیرائی سے مطالعہ کیا جائے ، مطالعے کے دوران ایمان کو بڑھتا چڑھتا محسوس کیا جائے ، اِس پر غور و فکر کیا جائے ؛ اِس پر تدبّر کیا جائے ، مسلمانوں اور غیر مسلموں میں اِس کی تبلیغ کی جائے ، اِس کا اتباع کیا جائے ، اِس کے مطابق تمام انفرادی اور اجتماعی فیصلے کیے جائیں اور اس کے قوانین کو ریاست کے ہر شعبے میں قانون کی حیثیت سے منوایا جائے۔

2- اَحادیثِ نبوی ﷺ کے حقوق یہ ہیں کہ اِن پر بھی شعوری طور پر ایمان لایا جائے ، اِن کا ادب اور احترام کیا جائے ، احادیثِ رسول ﷺ سے محبت کی جائے ، جو محبتِ رسول کا تقاضا بھی ہے ، صحیح اور حسن احادیث کی روشنی میں اپنی ذات کو بدلنے کی کوشش کی جائے ، ضعیف اور موضوع (جھوٹی اور من گھڑت) روایتوں کے مقابلے میں ، صحیح اور حسن احادیث کا علم حاصل کیا جائے ، صحیح اور مستند کتبِ حدیث کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں ، صحیح احادیث کی تلاش اور جستجو کی جائے ، صحیح اور حسن احادیث کو قرآنِ مجید کے ساتھ ملا کر پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کی جائے ، منکرینِ حدیث کی غلط فہمیوں اور سازشوں کو سمجھ کر اُن کے شبہات کا جواب دیا جائے ، صحیح احادیث پر غور و فکر اور تدبر کیا جائے ، صحیح اور حسن احادیث کی اشاعت اور تبلیغ کی جائے ، صحیح اور حسن احادیث کے دستوری اور قانونی پہلوؤں کی معرفت حاصل کی جائے اور ان کی بنیاد پر ایک عادلانہ معاشرہ ، ایک نظامِ اجتماعی اور ایک ریاست کی بنیاد استوار کی جائے۔

دین کا صحیح علم حاصل کرنے کے لیے متحرک ہو جانا چاہیے

مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ دین کے صحیح حوالوں کو سمجھے۔ بہت سے لوگ اپنی دیانت و اَمانت اور اپنے اِخلاص وتقویٰ کے باوجود محض اِس لیے گمراہ ہو جاتے ہیں کہ اُن کے پاس بے سروپا روایات پر مشتمل لٹریچر پہنچ جاتا ہے۔ لہٰذا یہ ایک بنیادی بات ہے کہ ہم قرآنِ مجید کی مستند تفسیروں کو پڑھیں ، احادیث کی مستند کتابوں کا مطالعہ کریں اور فقہی معاملات میں مختلف فقہاء کے مؤقف سے واقفیت حاصل کریں۔ سنی سنائی باتوں کی دینِ اسلام میں کوئی حیثیت نہیں ہے، اِس لیے اِن سے بچنا ضروری ہے۔

ہمیں منافقت کا رویہ ترک کر کے خالص مومن بن جانا چاہیے

یہ وقت ہے ، ترکِ منافقت کا۔

ہمیں منافقت کا رویہ ترک کر کے خالص مومن بن جانا چاہیے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم برائے نام مسلمان بھی رہیں اور قرآن وسنت کے ایک ایک حکم کی خلاف ورزی بھی کریں۔ افراد سے لے کر قیادت تک ، ہم سب اِسی موذی مرض میں مبتلا ہیں۔ ہم میں یکرنگی اور یکسوئی کی بڑی کمی ہے۔ ہم نے ایک چہرے پر کئی چہرے لگا لیے ہیں۔

سچا اور کھرا مخلص مسلمان وہ ہوتا ہے ، جو زندگی کے ہر شعبے میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرتا ہے۔ دن کا کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا ، جب وہ خوفِ الٰہی سے بے نیاز ہو۔ وہ اپنے گھر میں، دفتر میں، مسجد میں ، بازار میں اور دیگر مقامات پر ہر جگہ ایک سچا اور پکا مسلمان ہوتا ہے اور ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے خوف کے تحت طرزِ عمل اختیار کرتا ہے۔

ہمیں رزقِ حلال ہی پر اکتفا کرنا چاہیے

اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اہلِ ایمان، بلکہ انبیاء کو بھی رزقِ حلال (طیّبات) استعمال کرنے کا حکم دیا ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث میں ہے۔ایک مسافر طویل سفر کرکے پراگندہ حالی کے ساتھ دعا کرتا ہے۔

''اے میرے رب! اے میرے رب! جب کہ اُس کا کھانا پینا اور کپڑا رزقِ حرام پر مبنی ہے۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ اُس کی دعا کیسے قبول کرے؟'' (صحیح مسلم)

حرام مال کا صدقہ قبول نہیں کیا جاتا۔(حدیثِ ترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے رزقِ حرام کو قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے:

يَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ'' لَا يُبَالِيْ الْمَرْءُ مَا اَخَذَ ، اَمِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ . (بخاری ، کتاب البیوع)

''لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی کو پرواہ نہیں ہوگی کہ اُس نے حلال ذریعے سے کمایا ہے یا حرام سے!''

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حرام سے بچ کر حلال رزق پر کفایت کرنے کے لیے ایک خوب صورت دعا سکھائی ہے:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ . (ترمذی ، الدعوات ، باب 111)

''اے اللہ! تو مجھے اپنا حلال رزق دے کر حرام رزق سے بچالے! اور اپنے فضل وکرم سے مجھے، اپنے سوا دوسروں سے بے نیاز کردے!''

وہ جسم جنت میں داخل نہیں ہوسکتا ، جو حرام مال سے پلا بڑھا ہو۔(طبرانی)

صحیح بات یہ ہے کہ رزقِ حرام غضب الٰہی کو دعوت دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سود اور رشوت وغیرہ جیسے دیگر تمام حرام ذرائع آمدنی سے محفوظ رکھے اور اپنے معاملات کو دیانت وامانت کے ساتھ چلانے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمیں دعوت وتبلیغ کا کام کرنا چاہیے

ہمیں دعوت وتبلیغ کا کام کرنا چاہیے۔

دعوت وتبلیغ کا اصل کام غیر مسلموں میں ہے۔مسلمانوں کو بہتر بنانے کے لیے کیا جانے والا کام اِصلاح کے دائرے میں آتا ہے۔

اِس کام کی اہمیت اور فضیلت کے بارے میں بے شمار نصوص ہیں۔چند ملاحظہ فرمایئے:

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں صاف کہہ دیا ہے کہ ''مسلمانوں کے درمیان ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے ، جو معروفات یعنی نیکیوں کی طرف لوگوں کو دعوت دیتی رہے اور منکرات یعنی برائیوں سے روکتی رہے اور ایسے ہی لوگ فلاح ونجات پانے والے ہیں۔''

(آل عمران:104)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور اُس شخص سے زیادہ اچھی بات والا کون ہوسکتا ہے ، جو لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دے ، نیک عمل کرے اور اعلان کردے کہ میں فرمانبردار (مسلمان) میں سے ایک ہوں۔''

(حم السجدہ:33)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے کسی کو ہدایت کی دعوت دی تو اُسے بھی پیروی کرنے والے کے برابر اجر ملے گا ، جب کہ پیروی کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی'' (صحیح مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے اپنے مالِ غنیمت کے مقابلے میں اسلام کی دعوت وتبلیغ کی اہمیت کو صحابہ کرامؓ کے دلوں میں اچھی طرح راسخ کر دیا۔ چنانچہ فتحِ خیبر کے دن آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا:

''تم سیدھے یہودیوں کے اندر گھس جاؤ! اِنہیں اِسلام کی دعوت دو! اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کی تعلیم دو! اللہ کی قسم! تمہاری وجہ سے اگر اللہ، ایک بندے کو ہدایت دے دیتا ہے تو یہ تمہارے لیے سرخ اُونٹوں کے حصول سے زیادہ بہتر ہے۔'' (بخاری)

آخری خطبے میں جب کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ موجود تھے، آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو موجود ہے، وہ غیر موجود تک (اسلام کے اِس پیغام کو) پہنچا دے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے دعوت وتبلیغ کے کام کو اپنی زندگی کا سب سے اہم ترین فریضہ قرار دیا اور اسے اپنی ترجیحات میں دعوت کے کام کو اولیت دی۔''

- دعوت وتبلیغ میں تین باتیں بڑی اہم ہیں۔

1- داعی اور مبلغ اپنے آپ کو قرآن وسنت کے محکم دلائل سے مسلح کرے۔

2- اپنے وقت کی زبان میں نہایت خوبصورتی کے ساتھ مجادلہ ومباحثہ کرے تاکہ لوگ مطمئن اور قائل ہو جائیں۔

3- جدید ترین ذرائع اِبلاغ کے ذریعے آخری رسول محمد ﷺ کی کی تعلیمات کو دنیا کے کونے کونے میں حسبِ استطاعت پہنچانے کی کوشش کی جائے۔

اَمُر بِالمَعْروف اور نَھِی عَنِ المُنْکَر کا فریضہ انجام دینا چاہیے

معروفات سے مراد، وہ تمام اچھی چیزیں ہیں، جو اِنسانی فطرت کے عین مطابق ہیں اور جن کا شریعتِ محمدیؐ میں حکم دیا گیا ہے۔

جیسے: نماز ، روزہ ، زکوٰۃ ، رزقِ حلال ، حقوقِ والدین وغیرہ وغیرہ۔

منکرات سے مراد ، وہ تمام چیزیں ہیں ، جو اِنسانی فطرت سے بالکل متصادم اور جنہیں شریعتِ محمدیؐ میں نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

جیسے: شرک ، سود ، شراب نوشی ، غصب ، رشوت ، زنا ، بے حیائی ، بدعات ، رزقِ حرام ، والدین کی نافرمانی وغیرہ وغیرہ۔

اِس آخری اُمت کو قرآنِ مجید 'خیرِ اُمت' کا خطاب اِسی لیے دیا گیا ہے کہ یہ معروفات کا حکم دیتی ہے اور منکرات سے روکتی ہے۔ (آل عمران:110)

بنی اسرائیل کو قیادت کے منصب سے معزول کر دیا گیا۔ اِن کے جرائم میں سے ایک یہ بھی تھا کہ اِن کے عوام گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں میں اور حرام مال کھانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور اِن کے علماء اِس سے انہیں منع نہیں کرتے تھے۔ (المائدۃ:62,63)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص ہم میں سے نہیں ، جو ہمارے چھوٹوں سے شفقت نہ کرے اور جو ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے اور جو معروفات یعنی نیکیوں کا حکم نہ دے اور جو منکرات یعنی برائیوں سے نہ روکے۔ (مسند احمد، ترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو لوگ اپنے درمیان مُنکر (برائی) کو دیکھیں اور اُس پر نکیر نہ کریں تو بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اِن سب پر اپنا عذاب نازل کر دے۔'' (مسند احمد)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ پر وحی کی کہ فُلاں بستی کو اُس کے باشندوں کے ساتھ اُلٹ دو!'' جبرئیلؑ نے کہا: ''اے رب! اِس میں تیرا فُلاں بندہ بھی تو ہے ، جس نے ایک لمحے کے لیے بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔'' اللہ تعالیٰ نے کہا: ''اُس بستی کو اُس عبادت گذار پر اُلٹ دو! اِس لیے کہ (بستی میں نافرمانی ہوتی رہی) اور میری خاطر ایک گھڑی کے لیے بھی اُس شخص کے چہرے کا رنگ متغیر نہیں ہوا۔'' (بیہقی)

نیک ہونا اور برائیوں سے بچنا ہی کافی نہیں ہے ، بلکہ ہماری نجات صرف اُسی صورت میں ہو سکتی ہے، جب ہم ایمان کے بعد ، عملِ صالح بھی کریں اور تَواصی بِالحق اور تَواصی بِالصبر کی دوسرے لوگوں کو نصیحت بھی کرتے رہیں ، یعنی معروفات کا حکم دیتے رہیں اور منکرات سے روکتے رہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک آدمی کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا ، اُس کی آنتیں باہر نکل آئیں گی ، وہ اُن کے اطراف گدھے کی طرح چکر کاٹے گا ، سارے دوزخی جمع ہو جائیں گے۔ اور (حیرت سے) کہیں گے: تمہیں کیا ہوا ، تم تو لوگوں کو نیکی کا حکم دیا کرتے تھے اور برائیوں سے روکتے تھے۔ وہ جواب دے گا: جی ہاں! میں دوسروں کو نیکی کی تلقین کیا کرتا تھا ، لیکن خود اِس پر عمل نہیں کرتا تھا ، دوسروں کو برائی سے منع کرتا تھا ، لیکن خود برائیوں کا ارتکاب کیا کرتا تھا۔'' (صحیح البخاری ، حدیث:3267)۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس طرح کی منافقت سے محفوظ رکھے۔ آمین!

****
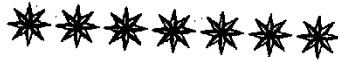
نواں باب

قیادت کیا کرے؟

عوام الناس کے نزدیک قیادت (Leadership) سے مراد صرف سیاسی قیادت ہوتی ہے۔ وہ فردِ واحد کو قوموں کے عروج و زوال کا ذمے دار ٹھہراتے ہیں۔ پرانے زمانے میں جب شخصی حکومتیں ہوتی تھیں اور اب بھی جہاں ڈکٹیٹروں کا تسلط ہے ، ملکی معاملات میں فردِ واحد ہی کے ہاتھ میں بہت سارے اختیارات مرکوز ہوتے ہیں، لیکن قوموں کا ایک اجتماعی ضمیر بھی ہوتا ہے۔

ہمارے نزدیک قیادت سے مراد وہ تمام افراد ہیں ، جو مختلف شعبہ ہائے حیات میں ایسے کارنامے سرانجام دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں ، جن سے معاشرے پر مثبت یا منفی اثرات مرتب ہوسکتے ہیں۔ قیادت مذہبی بھی ہوتی ہے ، سیاسی بھی ، ادبی اور ثقافتی بھی ، سائنسی اور اقتصادی بھی ، تعلیمی اور عسکری بھی۔

قیادت صالح بھی ہوتی ہے اور فاسق و فاجر بھی۔

- صالح قیادت نجات کی طرف دعوت دیتی ہے اور فاسق قیادت دوزخ کی طرف بلاتی ہے۔

قرآن ایک مؤمن کی زبان سے کہتا ہے:

﴿ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَ تَدْعُوْنَنِيْ اِلَى النَّارِ ﴾ (المؤمن : 4)

”میں تم لوگوں کو نجات کی طرف دعوت دے رہا ہوں ، جب کے تم لوگ مجھے دوزخ کی آگ کی طرف بلا رہے ہو۔“

فرعون اور اُس کے لشکروں کی غرقابی پر تبصرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَجَعَلْنَا هُمْ اَئِمَّةً يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ﴾ (القصص : 28)

''اِس طرح ہم نے فرعون اور اُس کی قیادت کو دوزخ کی طرف دعوت دینے والا لیڈر بنا دیا۔''

قرآنِ مجید اِس طرح کی فاسق وفاجر بے لگام قیادت کے جرائم کے لیے استکبار فی الارض عُلُوّ فی الارض اور فساد فی الارض جیسی اصطلاحات استعمال کرتا ہے۔

یہ فاسق وفاجر قیادت اس قدر اعتمادِ بے جا کا شکار ہو جاتی ہے کہ اپنے پیروکاروں سے یہ تک کہہ دیتی ہے کہ تم ہماری پیروی کرو! قیامت کے دن ہم تمہارے گناہوں کے ذمے دار ہوں گے اور ہم تمہیں بچا لیں گے۔

﴿ اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ وَمَاهُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ (العنکبوت : 12)

''تم ہمارے طریقے کی پیروی کرو اور تمہاری خطاؤں کو ہم اپنے اوپر لے لیں گے۔ حالانکہ ان کی خطاؤں میں سے کچھ بھی وہ اپنے اوپر لینے والے نہیں ہیں ، وہ قطعاً جھوٹ کہتے ہیں۔''

قائدین اور پیروکاروں کے لیے قرآنی اصطلاحات

قرآنِ مجید میں قیادت (Leadership) کے لیے مَلَأ ، اَئِمّة ، سَادَة ، کُبَرَاء ، رَهْط ، مُتْرَفِين ، مُسْتَكْبِرِين ، الَّذِيْن اسْتَكْبَرُوا وغیرہ وغیرہ جیسی اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں۔ جب کہ پیروکاروں اور مقتدیوں (Followers) کے لیے مُسْتَضْعَفِيْن (جو دبا لیے گئے تھے) ، الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوا (جو کمزور کر دیے گئے تھے) الَّذِيْنَ اتَّبَعُوا (جنہوں نے پیروی کی) وغیرہ وغیرہ جیسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

قرآن میں مَلَأ کا لفظ اور اِس طرح کے دیگر الفاظ ، مختلف قسم کی قیادت کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔

- حضرت نوحؑ کے مَلَأ مشرک اور بُت پرست تھے ، وہ قوم کو اپنے پانچوں بتوں کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھنے کی نصیحت کیا کرتے تھے۔ یہ اُن کی مذہبی قیادت تھی۔ البتہ جن لوگوں نے حضرت نوحؑ کو سنگسار کر دینے کی دھمکی دی ، وہ سیاسی اور عسکری قوت رکھتے تھے۔
- قومِ عاد کی قیادت ، جبّار اور عَنِید تھی۔(ہود:59)۔ یہ لوگ دوسری قوموں کے لیے جبار تھے(الشعراء:130) ۔معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی عسکری قوت رکھتے تھے۔ یہ مترفین بھی تھے۔(المؤمنون:33)
- قومِ ثمود کی قیادت متکبر اور مفسد تھی۔ اِنہوں نے قوم کے کمزوروں کو دبا لیا تھا۔(الاعراف:75)
- قومِ شعیبؑ کی قیادت ، وہ لوگ کر رہے تھے ، جو اپنے معاشی معاملات میں حرام وحلال کی پابندی سے بے نیاز تھے ، اور جو اپنی ذہنی افتادِ طبع کے اعتبار سے پورے سیکولر (Secular) تھے۔ دراصل یہ اِن کی اقتصادی قیادت تھی۔ وہ حضرت شعیبؑ کی نمازوں کے قائل تھے۔
- قومِ فرعون کے مَلَأ اُس کی فوجی اور عسکری قوت کا حصہ تھے۔

قرآنِ مجید کا طالبِ علم اگر مَلَأ کا مفہوم صرف سردار لیتا ہے تو اُس پر فہمِ قرآن کی راہیں کشادہ نہیں ہوسکتیں۔ اُس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اُس قوم کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرے اور قرآنِ مجید کی ایک ایک آیت اور ایک ایک لفظ کا گہرائی اور گیرائی سے مطالعہ کرے اور پھر اُن مَلَأ کی ذہنیت کو سمجھنے کی کوشش کرے۔

- مسلم قیادت ، چاہے مذہبی ہو یا سیاسی ، ادبی ہو یا ثقافتی ، سائنسی ہو یا اقتصادی ، تعلیمی ہو یا عسکری ، ہر ایک کو اپنا احتساب کرنا چاہیے۔ ہر ایک کو دیکھنا چاہیے کہ ہم سے کون کون سی غلطیاں کہاں کہاں اور کب کب ہوئی ہیں؟ مستقبل میں ہم ان کا تدارک کیسے کر سکتے ہیں؟ کہیں یہ شامتِ اعمال تو نہیں؟

عام آدمی کیا کرے؟

عام آدمی قیامت کے دن یہ نہیں کہہ سکتا ''اے پروردگار! میں بے گناہ ہوں۔ مجرم تو ہمارے لیڈر ہیں۔ مجھے سزا نہ دی جائے! قیادت کو دی جائے! بلکہ دگنی سزا دی جائے!''

ایک بت پرست مشرک محض یہ عذر نہیں رکھ سکتا ہے کہ میں ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔ ہندو قیادت نے مجھے گمراہ کیا۔ مشرک بنایا۔ ایک عیسائی یا یہودی بھی اپنے علماء، اَحبار اور رُہبان کو کلی طور پر قصوروار نہیں ٹھہرا سکتا۔ قصور قیادت کا بھی ہوتا اور عوام کا بھی۔

- ابلیس بھی ایک لیڈر ہے۔ وہ بہت سوں کو گمراہ کرتا ہے۔ قیامت کے دن وہ صاف کہہ دے گا۔

﴿فَلَا تَلُوْمُوْنِي وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُم﴾ (ابراهيم :22)

میں نے تمہیں دعوت دی، تم نے اُسے قبول کر لیا۔ معلوم ہوا کہ فسادی، سرکش اور گمراہ قیادت کی پیروی بھی جرم ہے۔ اور غلط پیروی انسان کو دوزخ میں لے جا سکتی ہے۔ دنیا اور آخرت کے عذاب کا مستحق بنا سکتی ہے۔

- عام لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ صالح قیادت کی پیروی کریں اور کافر و فاسق و فاجر و ظالم قیادت کے احکامات پر عمل نہ کریں۔ مندرجہ ذیل آیات پر غور کیجیے۔

1- قومِ عاد کو اسی لیے ہلاک کیا گیا تھا کہ انہوں نے منع کیے جانے کے باوجود، اپنی قوم کے جابروں اور اسلام سے بغض و عناد رکھنے والی قیادت کی پیروی کی۔

﴿وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ﴾ (هود : 59)

2- قومِ ثمود کو اس لیے ہلاک کیا گیا تھا کہ انہوں نے منع کیے جانے کے باوجود، اپنی مسرف اور سرکش قیادت کی پیروی کی، جو اپنے اختیارات کے استعمال میں حدود سے تجاوز کرتی تھی۔

﴿وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ (الشعراء : 151)

3- فرعون کے ساتھ آلِ فرعون بھی اس لیے ہلاک کیے گئے کہ دونوں مجرم تھے۔ فرعون نے اپنی قوم کو بے وقوف بنایا اور قوم نے اس کے باوجود اس کی بات مان لی اور فاسق و نافرمان لوگوں میں شامل ہوگئی۔ قرآن کہتا ہے:

﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَاَطَاعُوْهُ، اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فَاسِقِيْنَ﴾

(الزخرف : 54)

4- قومِ فرعون کا جرم یہی تھا کہ اُس نے فرعون کے اوامر و احکامات کی پیروی کی اور احکامات فرعون، رُشد و ہدایت اور راستی پر ہرگز مبنی نہیں تھے۔ قرآن اس کا انکشاف کرتے ہوئے کہتا ہے:

﴿فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ﴾ (ھود : 96)

کس کی اطاعت نہ کی جائے؟

قرآن میں بے شمار آیات ایسی ملتی ہیں ، جن میں اللہ تعالیٰ نے بعض مخصوص افراد اور بعض مخصوص صفات رکھنے والے اشخاص (Leaders) کی اطاعت سے منع کیا ہے۔

چند آیات ملاحظہ فرمایئے:

1- کافروں کی اطاعت نہ کی جائے:

﴿فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِيْنَ﴾ (الفرقان :52)

2- منافقین کی اطاعت نہ کی جائے:

﴿وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِيْنَ وَالْمُنَافِقِيْنَ﴾ (الاحزاب : 1)

3- مکذبین (اسلام کی حقانیت) کو جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کی جائے:

﴿فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾ (القلم : 8)

4- مسرفین کی (فسادی افراد کی) اطاعت نہ کی جائے ، جو اپنے اختیارات کے استعمال میں حدود و قیود کا پاس و لحاظ نہیں کرتے۔

﴿ وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ﴾ (الشعراء : 151)

5- اہلِ کتاب کی اطاعت نہ کی جائے۔ عیسائی اور یہودی مسلمانوں کو گمراہ کردیں گے:

﴿ إِنْ تُطِيعُوا فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ ﴾ (آلِ عمران : 100)

6- آثِم (بدکار) اور کَفُور (ناشکرے) لیڈر کی اطاعت نہ کی جائے:

﴿ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ﴾ (الدھر: 24)

7- جس لیڈر کا دل ، خدا کی یاد سے خالی ہو ، اس کی اطاعت نہ کی جائے:

﴿ وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا ﴾ (الکھف :28)

8- جو لیڈر خواہشات نفس کا پیروکار ہے ، اس کی اطاعت نہ کی جائے:

﴿ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ﴾ (الکھف : 28)

9- جس لیڈر کا حکم، انتہا پسندی پر مبنی ہے ، اس کی اطاعت نہ کی جائے:

﴿ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ﴾ (الکھف 28)

10- نماز سے روکنے والے لیڈر کی اطاعت نہ کی جائے:

﴿ أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى ○ عَبْدًا إِذَا صَلَّى ○ .... كَلَّا لَا تُطِعْهُ ﴾ (العلق :9 تا 19)

11- حَلّاف (زیادہ قسمیں کھانے والا) اور مَهين (پست، بے وقعت) کی اطاعت نہ کی جائے:

﴿ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَهِينٍ ﴾ (القلم : 10)

12- ھَمَّاز (طعن کرنے ولا) مَشَّآء (چغلی کے ساتھ گھومنے والا) اور نمیم (چغل خور) کی اطاعت نہ کی جائے:

﴿ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ ﴾ (القلم: 11)

13- مَنَّاع لِلْخَير (بھلائی سے روکنے والا) اور مُعتَد (حد سے گزرنے والا) اثیم (بدکار) کی اطاعت نہ کی جائے:

﴿ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴾ (القلم: 12)

14- عُتُلّ" (جفاکار) زَنِیم (بداصل) کی اطاعت نہ کی جائے:

﴿ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ﴾ (القلم: 13)

15- والدین شرک اور حرام پر مجبور کریں تو ان معاملات میں والدین کی اطاعت بھی نہیں کی جائے گی:

﴿ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ﴾ (العنکبوت: 8 ، لقمان: 10)

مذہبی قیادت اپنا احتساب کرے

مذہبی قیادت کو اپنا احتساب کرنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ عوام الناس کا اعتماد اِن پر دن بدن کم کیوں ہوتا جا رہا ہے؟

- شعورِ عصرِ حاضر: ہماری مذہبی قیادت کا ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہ شعورِ عصرِ حاضر سے محروم ہے، جس کے نتیجے میں ہمارا تعلیم یافتہ طبقہ ان کے ساتھ ہم آہنگ ہو نہیں پاتا۔ اگر یہ اپنے زمانے اور اپنے وقت کے معروضی حالات سے کلی واقفیت حاصل کریں اور قرآن وسنت کی ابدی تعلیمات کو عصرِ حاضر پر منطبق کرنے کا فن سیکھ لیں تو پڑھے لکھے طبقے میں ان کی بہتر پذیرائی ممکن ہے۔

اس کے لیے انہیں جدید معاشی رجحانات اور معیشت کے نئے زاویوں اور طریقوں کا بغور مطالعہ

کرنا ہوگا۔ عالمی سیاست ، مغرب کے داؤ پیچ اور جدید طبی مسائل سے آگاہی حاصل کرنی ہوگی اور اس دور میں ایک جدید اسلامی فلاحی ریاست کو چلانے کے لیے درکار مہارت بھی حاصل کرنی پڑے گی۔

- مطالعہ اور محنت: مذہبی قیادت کا ایک اہم ترین فریضہ یہ بھی ہے کہ وہ مختلف علوم اسلامیہ میں کمال حاصل کرے۔ اس لیے انہیں وسیع مطالعہ اور سخت محنت کا عادی بننا پڑے گا۔
- بدعات سے اجتناب: مذہبی قیادت کے لیے ضروری ہے کہ وہ بدعتوں سے بچے اور سنتِ رسول ﷺ کی سختی سے پیروی کرے۔ بدعات دراصل غلط عقائد اور خام نظریات کا ثمرہ ہوتی ہیں۔ یہ اکثر اخلاصِ نیت کے باوجود غلو فی الدین کی وجہ سے وجود میں آتی ہیں۔ اتباعِ سنتِ رسولؐ ہی سے اس فتنے پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ اس لیے ضروری ہوگا کہ وسیع مطالعے سے سنت کیا ہے اور کیا نہیں ہے؟ ، کا راسخ علم حاصل کیا جائے۔
- اجتہادی بصیرت: ہماری مذہبی قیادت کا یہ بھی فریضہ ہے کہ جدید دور کے مسائل میں اجتہادی بصیرت سے کام لے اور مسلمان عوام کی رہنمائی کرے۔ اگر وہ اِن مسائل سے پہلوتہی اختیار کرتی ہے تو لوگ خلاء میں تو نہیں رہیں گے ، بلکہ مغربی معاشرے کے باطل اجتہادات کی پیروی اختیار کرنے لگیں گے ، جو تعلیماتِ وحی سے قطعاً بے نیاز ہوں گے۔ (العیاذُ باللّٰہِ)
- اِجماعی اور شاذ مسائل سے مکمل آگاہی: ہماری مذہبی قیادت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اولاً اجماعی مسائل اور شاذ مسائل سے مکمل آگاہی حاصل کرے۔ ثانیاً اجماعی مسائل کو عوام کے سامنے پیش کرے اور زوردار انداز میں پیش کرے۔ اختلافی مسائل کو شدت کے ساتھ نمک مرچ لگا کر پیش نہ کرے۔ عوام کو یہ بتایا جانا ضروری ہے کہ کون سے مسائل ایسے ہیں ، جہاں لچک کی گنجائش نہیں ، اور کون سے مسائل ایسے ہیں، جہاں شریعت محمدیؐ میں لچک کی گنجائش دی گئی ہے۔ شاذ مسائل سے بچے۔
- ظاہر ہے کہ عقیدے اور عبادات میں اجتہاد کی گنجائش نہیں۔ یہ وہ مسائل ہیں ، جن میں قرآن و سنت کے واضح نصوص موجود ہیں، جب کہ فقہی مسائل میں صحابہ کرامؓ ، تابعینِ عظام، تبع

تابعین اور مجتہدین کے درمیان ایک سے زیادہ آراء پائی جاتی ہیں۔ اِس دور کے جدید مسائل کا اختلاف اس پر مستزاد ہے۔

- ہماری مذہبی قیادت کا فریضہ ہے کہ وہ ان تمام آراء کو پڑھے اور سمجھے ، اور اَقْـرَبُ اِلَـی الْـکِتَـابِ وَ السُّنَّةِ کی جستجو کرے ، لیکن اِن مسائل میں سختی سے اجتناب کرے۔ یہ اپنے مسلکی نصاب میں اپنوں کی چیزیں پڑھتے ہیں اور دوسروں کے زاویے کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اِن کا یہ بھی فریضہ ہے کہ وہ ایک ایسا نیا جامع نصاب ترتیب دیں ، جس میں تمام فقہی مسالک کی آراء کو دلائل کے ساتھ درج کر دیا گیا ہو۔ مسلکی تعصب سے بچنے کے لیے اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ نہیں۔
- مسلکی تعصب اور مناظروں سے اجتناب: مذہبی قیادت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے فضول مسلکی مناظروں سے باز آجائے۔ اِسلام کو ایک عالمگیر دین اور عالمگیر تحریک کے طور پر پیش کرے۔ مسلمانوں کے زوال میں مسلکی تعصب ، فقہی گروہ بندیوں اور علم کلام کے بیکار ، غیر نافع ، مذہبی مناظروں کا بھی بہت عمل دخل رہا ہے۔ اس چیز نے ہمارے اندر سے تحمل، برداشت اور رواداری کے رجحانات کا خاتمہ کر دیا ہے۔

ہمارے دشمنوں نے ہماری اِس کمزوری سے بہت فائدہ اُٹھایا ہے۔

امریکہ اور یورپ میں ہماری مذہبی گروہ بندیوں پر بہت زیادہ تحقیقی کام ہوا ہے۔ دنیا پر حکومت کرنے کے لیے مخالفین کے باہمی اختلافات کو سمجھنا ، اُنہیں ہوا دینا اور اُنہیں اپنے فائدے کے لیے استعمال کرنا ، ایک بہت بڑا کامیاب ہتھیار سمجھا جا تا رہا ہے۔

سیاسی قیادت اپنا احتساب کرے

سیاسی قیادت اپنا احتساب کرے ، اور دیکھے کہ اُن کے اندر کون کون سی خرابیاں موجود ہیں؟ اُن سے کون سی غلطیاں ایسی ہوئی ہیں ، جس کے نتیجے میں ملک دولخت ہوا۔ کون سی حماقتوں

کے نتیجے میں ، عسکری قوت کو اقتدار سنبھالنے کا بہانہ ہاتھ آجاتا ہے۔

- اصولِ حکمرانی: اُنہیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ وہ مسلمانوں کے قائد ہیں۔ اُن کے لیے ضروری ہے کہ اسلام کے اُصولِ حکمرانی کا گہری نظر سے مطالعہ کریں۔ حکومت اور منصب ایک اَمانت اور عہد ہے اور ہر منصب اور اَمانت کے بارے میں قیامت کے دن باز پرس ہوگی۔
- علم: سیاسی قیادت کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ دینی علوم پر اپنی گرفت مضبوط کریں۔ قرآن وسنت کے علم کے بغیر مسلمانوں کی رہنمائی ایک عذاب سے کم نہیں۔
- اِخلاص: سیاسی قیادت کا یہ بھی فریضہ ہے کہ وہ اس بات کا بھی جائزہ لے کہ شخصی اور ذاتی مفادات کی دوڑ میں انہوں نے مختلف اِداروں کو کس قدر نقصان پہنچایا ہے؟ اور اب اِداروں کو مضبوط اور توانا بنانے کے لیے ہمیں کیا کیا کرنا ہے اور کن کن چیزوں سے بچنا ہے؟
- سیاست اور تقویٰ: قرآنِ مجید میں پانچ انبیاء حضرات یوسفؑ ، موسیٰؑ ، داوٗدؑ ، سلیمانؑ ، محمد ﷺ اور حضرت ذوالقرنینؒ کا ذکر ملتا ہے ، جنہیں قیادت کے علاوہ ، قوت سے نوازا گیا تھا۔ قرآنِ مجید نے اِن کی دعاؤں اور اللہ تعالیٰ سے اِن کے تعلق کی داستان کو تفصیل سے رقم کر دیا ہے ، تاکہ قیامت تک آنے والی مسلم قیادت وحیٔ الٰہی کے فیض یافتہ اِن لوگوں کی سیاسی زندگی سے فائدہ اُٹھا سکے۔
  - اسلامی سیاست دراصل دو (2) چیزوں کے امتزاج کا نام ہے: قوت اور تقویٰ۔
  - اسلامی سیاست سے اگر تقویٰ غائب ہو جائے تو اس کے نتیجے میں ملوکیت اور بادشاہت جنم لیتی ہے۔ اور اگر اسلامی سیاست سے قوت اور طاقت نکل جائے تو اس کے نتیجے میں درویشی ، رہبانیت ، غیر فعالیت اور غیر اسلامی تصوف پیدا ہوتا ہے۔
- عصبیت: اِسلامی قیادت ہر قسم کی عصبیت سے پاک ہوتی ہے۔ قومی عصبیت ہو ، یا قبائلی عصبیت ، لسانی عصبیت ہو یا نسلی عصبیت۔

قیادت کی صلاحیتیں فطری بھی ہوتی ہیں اور اکتسابی بھی۔ اِسلامی قیادت کے لیے محض اپنی برادری

میں اثر و رسوخ ہی کافی نہیں ہے ، بلکہ اِن کی صحیح اَخلاقی رہنمائی بھی لازمی ہے۔

سیاسی قیادت کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی داخلی اور خارجی پالیسی کو قرآن وسنت اور حالاتِ حاضرہ کی معروضی پیچیدگیوں کے مطابق تشکیل دیں۔

- اُولو الامر کے اوصاف: سیاسی قیادت کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ اِسلام کے معیارِ مطلوب کو سمجھیں کہ قرآن وسنت میں اولو الامر کے کیا اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔ اُن کا ذہنی جسمانی اور علمی اعتبار سے قوی ہونا ضروری ہے۔ قرآن وسنت پر شعوری ایمان ہونا ضروری ہے۔ حلال و حرام کا علم رکھتے ہوئے فرائض کی پابندی کرنا اور بڑے گناہوں سے بچنا لازمی ہے۔
- علماء سے ربط ، صحبت اور مشاورت: ہماری مسلم سیاسی قیادت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ قرآن وسنت کا گہرا علم رکھنے والے اور قرآن وسنت سے متعلقہ علوم میں دن رات مشغول و منہمک صالحین سے مستقل رابطہ رکھے ، اُن سے سے تمام اہم معاملات میں مشاورت کرے۔

اِقتصادی قیادت اپنا احتساب کرے

مسلمانوں کی اقتصادی قیادت اپنا احتساب کرے ، اور دیکھے کہ معیشت کو اسلامی بنیادوں پر ڈھالنے میں اُن کا اپنا حصہ کتنا رہا ہے؟ اور کیا مسلم معیشت کو صرف سرمایہ دارانہ طرز ہی پر چلایا جا سکتا ہے؟

مسلم اِقتصادی قیادت کا ایمان ، انہیں اِسلامی اِقتصادی اِدارے قائم کرنے پر مجبور کرے۔ وہ اِس بات کو یقینی بنائے کہ مسلم عوام کے منہ میں کوئی حرام نوالہ جانے نہ پائے۔ اِقتصادی اِداروں میں شرعی قوانین کا التزام ہو۔ مشارکہ ہو یا مضاربہ ، تقسیط ہو یا مرابحہ، سود کی لعنت سے بچنا ضروری ہے۔ سود کی حرمت پر اجماع (Consensus) ہے، یہ محکم نصوص سے ثابت ہے۔

اِقتصادی قیادت ، ذہنی اور قلبی طور پر پہلے پوری طرح یکسو ہو جائے اور پھر اسے قابلِ عمل بنانے

کے لیے نئے راستے نکالے۔

ہمارے زمانے میں کاروبار کی نوعیت اور زمینوں اور دیگر اشیاء کی خرید وفروخت میں ایسی چیزیں شامل ہوچکی ہیں ، جن میں بعض قطعی حرام اور بعض مکروہات کے دائرے میں آتی ہیں۔

مسلم اقتصادی قیادت کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ شیئرز اور اسٹاک ایکسچینج ، پینشن ، پراونڈنٹ فنڈ ، انشورنش ، سیونگ سٹوفکیٹ ، پرائز بانڈ وغیرہ سے متعلقہ امور میں مسلم عوام کی اس طرح رہنمائی فرمائے کہ عوام پوری یکسوئی کے ساتھ رزقِ حلال کما سکیں۔

عسکری قیادت اپنا احتساب کرے

عسکری قیادت کی اصل ذمے داری اسلامی ملکوں کی سرحدوں کی حفاظت ، اور اپنے شہریوں کی حفاظت ہے۔اسلام نے فوجیوں کو غازی ، مجاہد اور شہید جیسے خطابات سے نوازا ہے۔جہاد کے نتیجے میں آدمی ولایت کا درجہ حاصل کرلیتا ہے۔منظم جنگ پر محبتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرماتا ہے۔(الصف)

- توحید: عسکری قیادت کا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر کامل یقین ہونا چاہیے۔ان کا عقیدۂ توحید بہت ہی شفاف ہو اور ہر قسم کے شرک کی آلائش سے پاک وصاف ہو۔
- مضبوط عقیدۂ آخرت: عسکری قیادت کو آخرت کے اجر ، آخرت کی نعمتوں اور دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر کامل ایمان ہو ، جن کا تفصیلی ذکر قرآنِ مجید میں اور احادیثِ صحیحہ میں کیا گیا ہے۔
- شاندار ماضی: اِس اُمت کی ساخت اور فطرت میں ایسی صلاحیت موجود ہے کہ وہ خالد بن ولیدؓ ، طارق بن زیادؒ ، صلاح الدین ایوبیؒ وغیرہ جیسے افراد مسلسل پیدا کرتی رہے گی۔انہیں اپنے شاندار ماضی کا علم اور اس پر افتخار ہونا چاہیے۔
- جرأت اور تـقلُّب: عسکری قیادت نڈر اور دلیر ہو۔موت سے بے پرواہ ہوکر ملاقاتِ ربّ کا شوق

رکھتی ہو۔قرآن مجید نے انہیں کافروں کے تَقَلُّب سے مرعوب نہ ہونے کا سبق سکھایا ہے۔
تَقَلُّب کا مطلب فوجی نقل وحرکت (Military Manoeuvres) بھی ہے۔
آج کی دنیا میں بڑے بڑے بحری بیڑے اور ہوائی جہاز منٹوں میں اپنے تَقَلُّب کے ذریعے کمزور ممالک کو دبا لیتے ہیں۔مؤمن ان کی چلت پھرت اوران کے دندنانے سے مرعوب نہیں ہوتا۔

قرآن کہتا ہے:

﴿فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ﴾ (المؤمن : 4)

”(جزاءوسزا کے منکر ان کافروں کا) مختلف ملکوں میں دندنانا تمہیں مغالطے میں مبتلا نہ کرے۔“

﴿لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ﴾

(آل عمران : 196)

”(ملک کے اندر) کافروں کی یہ سرگرمیاں ، تمہیں ہرگز کسی مغالطے میں مبتلا نہ کریں۔“

- بنیادی حقوق: عسکری قیادت کو اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام نہ جبری بیعت کی اجازت دیتا ہے اور نہ انسان کی مذہبی اور سیاسی آزادی پر قدغن لگاتا ہے۔مسلم عوام پر جعلی انتخابات اور جھوٹے ریفرنڈم کے ذریعے حکومت کرنا اسلام کی نگاہ میں ایک جرم ہے ، اور اس سے بچنے کی کوشش کی جائے۔

ادبی اور ثقافتی قیادت اپنا احتساب کرے

قوموں کے عروج وزوال اور اُن کے منفی اور مثبت رجحانات کی تعمیر میں اہلِ ادب اور اہل ثقافت کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔ ہمارے ادیب اور شاعر کا فرض ہے کہ وہ یہ سوچے کہ کیا وہ واقعی مسلمان بھی ہے؟ اور ہے تو بحیثیت مسلمان وہ اپنے عقیدے کے ثمرات کو اپنے فن پاروں

میں کس حد تک سمو سکا ہے؟

- اِسلام کا ناقص علم: ہمارے ادیبوں اور دانشوں کا، جنہیں Pseudo-intellectuals کہنا زیادہ مناسب ہے ، اصل مسئلہ یہ ہے کہ وہ اسلام کا محض سطحی علم رکھتے ہیں۔

اکثر عربی زبان سے نا آشنا ہیں ، چنانچہ قرآن وسنت کے راست فہم وادراک سے قاصر ہیں۔ ان کا مطالعۂ تاریخ بھی انتہائی ناقص ہے۔

- مغربی تہذیب سے لاعلمی: یہ مغربی تہذیب سے مرعوب ہیں ، لیکن نہ تو انہیں مغرب کے (Judeo-Christian) پس منظر کا پوری طرح علم ہے اور نہ ان کے موجودہ معاشرے کی ہیئت کا صحیح ادراک۔ نہ ان کی خوبیوں سے پوری طرح واقف ہیں اور نہ ان کی خامیوں سے۔

انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ اس کفر اور بے دینی کے باوجود کس طرح دنیا میں ایک غالب اور توانا قوم کی حیثیت سے حکمرانی کررہے ہیں؟

- اِقبال کے بعد ہمارے ہاں کوئی بڑا اسلامی شاعر پیدا نہیں ہوا۔ ہمارے بیشتر ادیب ، دانشور اور شاعر ، روشن خیال ، ترقی پسند ، لبرل ، لامذہب ، یا سیکولر ہیں۔ اکثر مذہبی رویوں کو دقیانوسیت پر محمول کرتے ہیں۔ جو دین دار اور مذہبی سمجھے جاتے ہیں۔ وہ بھی تصوف کی ہر قسم کو عین اسلام سمجھتے ہیں اور بلا سوچے سمجھے محض روایتی باتیں لکھ جاتے ہیں کوئی انا الحق کا مدح خواں ہے، کوئی انسان کو کلی طور پر بے بس مجبور اور بے اختیار سمجھتا ہے ، لیکن اکثریت اعتزال پسند ہے۔ تَشَیُّع عام ہے۔ ٹھیٹ قرآن وسنت کی تعلیمات سے مستفید افراد بہت کم ہیں اور جو ہیں ، وہ فنی حیثیت سے خام ہیں۔

ہماری نظمیں، ہمارے ناول، ہمارے ڈرامے، ہماری نعتیں اور اس طرح کا ہمارا سارا لٹریچر اِلاَّ مَاشَاءَ اللّٰہ ایک اسلامی معاشرے کی تشکیل میں کوئی زیادہ اہم کردار ادا نہیں کررہا۔

سماجی قیادت اپنا جائزہ لے

مسلم معاشرہ فضول رسم ورواج کے بندھنوں میں جکڑا ہوا ہے۔

آدمی کی موت پر قل ، سوئم ، چہلم ، برسی وغیرہ کی بے جا پابندیاں اِسلام کے مزاج سے ہم آہنگی نہیں رکھتیں۔ مرنے والے کے لیے مخلصانہ دعا کے بجائے ، اِس طرح کی بے جا رسومات نے معاشرے کو بہت حد تک بگاڑ دیا ہے۔

نکاح کا مقدس اِدارہ ، جہیز ، منگنی اور مہندی وغیرہ جیسی دیگر رسومات کی لعنت کی وجہ سے گہنا گیا ہے۔ مہر کا فریضہ ایک کاغذی کارروائی بن گیا۔ اولاً مہر دیا ہی نہیں جاتا ، اور پورا بھی نہیں دیا جاتا۔ ثانیاً مرد اپنی حیثیت کے مطابق بھی مہر ادا نہیں کرتا۔ بہت کم لوگ وراثت میں عورت کو حصہ دیتے ہیں اور دیں بھی تو پورا نہیں دیتے۔

مسلمانوں کا پڑھا لکھا طبقہ بھی ، احکامِ طلاق سے صحیح واقفیت نہیں رکھتا۔ ایک مجلس اور ایک ماہ میں ایک سے زیادہ طلاق کو اِسلام نے ناجائز قرار دیا ہے ، لیکن اِس اجماعی مسئلے کی تعلیم بھی لوگوں میں عام نہیں ہوسکی ہے ، جس کے نتیجے میں بے شمار سماجی مسائل جنم لے رہے ہیں۔

- بیوہ کی دوسری شادی کو معیوب سمجھا جانے لگا ہے۔ اس زمانے میں بھی ساس اپنی بہو کو جہیز نہ لانے کا طعنہ دے کر زندہ جلا ڈالتی ہے۔ نندیں ، بھاوجوں کو اپنا غلام سمجھتی ہیں۔

مسلمان عورت کو تعلیم بالخصوص دینی تعلیم سے محروم رکھا جارہا ہے۔ اگر مسلمان مرد ، عورتوں پر اِسلامی تعلیمات کے خلاف اِس طرح کا سماجی ظلم روا رکھیں گے تو اندیشہ ہے کہ مسلم عورتیں مغربی تہذیب کے سیلاب میں بہہ جائیں گی۔

مسلم معاشرے کو ایسے سماجی ورکروں (Social Workers) کی ضرورت ہے ، جو اسلام کی تعلیمات کی روح کو سمجھ کر معاشرے کی اِن تمام سماجی برائیوں کو دور کریں۔ یہ کام ہماری باشعور صاحبِ ایمان سماجی قیادت ہی انجام دے سکتی ہے۔

اجتماعی توبہ مطلوب ہے

توبہ ایک انفرادی عمل بھی ہے اور ایک اجتماعی عمل بھی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے قرآن مجید میں اجتماعی توبہ کا حکم دیا ہے۔

﴿ وَتُوبُوٓا إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ (النور : 31)

''اے مومنو ! تم سب مل کر اللہ سے توبہ کرو! توقع ہے کہ فلاح پاؤ گے۔''

اجتماعی توبہ سے مراد، عوام اور قیادت دونوں کی توبہ ہے۔ دراصل عوام کی توبہ سے زیادہ اہم ، قیادت کی توبہ ہوتی ہے۔ قوموں کے عروج وزوال کا انحصار بہت حد تک قیادت کے رویوں پر منحصر ہوتا ہے۔

اجتماعی توبہ سے مراد، سیاسی، مذہبی، اقتصادی، ادبی، ثقافتی ، فوجی اور عسکری قیادت سب کا رجوع الی اللہ ، رجوع الی الاسلام اور رجوع الی الکتاب و السنۃ ہے۔

اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ ہر قسم کی قیادت ، اپنے اپنے شعبۂ تخصص میں اپنا احتساب کرے گی۔ اپنی غلطیوں ، کوتاہیوں اور منافقت پر ندامت اور شرمساری محسوس کرے گی اور اِن کے اعتراف میں کوئی شرم محسوس نہیں کرے گی۔ مستقبل میں ان کوتاہیوں سے بچنے کا عزم کرے گی اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے گی۔ اپنا رخ اور اپنی سمت صحیح کرلے گی اور یکسو ہو کر مخلصین له الدین کی عملی تعبیر اختیار کرے گی۔

یہی اس اکیسویں صدی یں ایک جامع اسلامی انقلاب کا راستہ ہے ، جس کے نتیجے میں ایک جدید عادلانہ اسلامی معاشرہ قائم ہوسکتا ہے اور جس کے نتیجے میں یہ اُمت ، اللہ کے غضب سے بچ کر دنیاوی عروج اور آخرت کی ابدی فلاح حاصل کرسکتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

قواعدِ زبانِ قرآن

یہ کتاب بالغ مبتدیوں کے لیے ، قرآنی مثالوں کے ساتھ ،
مرتب کی گئی ہے تاکہ تعلیم یافتہ افراد کو فہمِ قرآن میں مدد مل سکے۔

اس کتاب کی خصوصیات

- عربی زبان کے قواعد، آسان اور سلیس زبان میں
- مثالوں کی تحلیل اور تجزیہ
- مشقیں (یہ کتاب ایک Work Book بھی ہے)
- قرآنی مثالیں اور قرآنی مشقیں
- اسباق کے اختتام پر خلاصہ
- دو رنگوں کا استعمال
- Tables and Charts

حصہ اول: صفحات: 752 کاغذ: معیاری مجلد قیمت: 500 روپے
حصہ دوم: صفحات: 944 کاغذ: معیاری مجلد قیمت: 600 روپے

الفوز اکیڈمی ، اسلام آباد

Al-Fawz Academy
Between Golra & Police Foundation
Street 15, E-11/4, Golra, Islamabad

Tel 051-210-67 83
Tel 051-211-26 50
Fax 051-211-26 51

E-mail: chishti@apollo.net.pk

پانچواں جدید اضافہ شدہ ایڈیشن

علمِ حدیث کے ابتدائی طالب علموں کے
لیے ایک نہایت مفید اور آسان کتاب

حدیث کی اہمیت اور ضرورت

مرتب: خلیل الرحمن چشتی

چند اہم موضوعات

- انفرادی اور اجتماعی سنتیں
- قرآن وحدیث کا باہمی تعلق
- سنت کا قانونی اور آئینی مقام
- [illegible] اصطلاحات
- مختصر تاریخ روایتِ حدیث
- منکرین حدیث کے اعتراضات کے جوابات

صفحات: 248 — قیمت: 100 روپے

الفوز اکیڈمی ، اسلام آباد

Al-Fawz Academy
Between Golra & Police Foundation
Street 15, E-11/4, Golra, Islamabad

Tel 051-210-67 83
Tel 051-211-26 50
Fax 051-211-26 51

مرتب: محمد خان منہاس

- توحیدِ ذات
- توحیدِ صفات
- توحید ربوبیت
- توحیدِ الوہیت
- توحیدِ استعاذہ
- توحیدِ علم
- توحیدِ اختیار
- توحیدِ حاکمیت
- تشریعی توحید

تربیت کے موضوع پر ایک جدید کاوش

اسلامی اداروں کے منتظمین کی ضرورت

اسلامی تربیت گاہیں

مرتبین: خلیل الرحمٰن چشتی ، محمد خان منہاس

- منصوبہ بندی
- جائزہ
- اصلاحی اقدامات
- تعقیب
- تربیت کے مختلف طریقے

الفوزاکیڈمی

چوتھا ایڈیشن
نَمَاز
محمد خان منہاس
فلسفۂ نماز
مضامینِ نماز
خشوع وخضوع
نمازیوں کی پانچ (5) قسمیں
بہتر نماز کی تدابیر
تیسرا ایڈیشن
راہِ خدا میں جذبۂ ایثار وقربانی کو فروغ دینے میں نہایت معاون کتاب
اِنفاق فی سبیل اللہ
مرتبین: خلیل الرحمٰن چشتی ، محمد خان منہاس
اِنفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت
اِنفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت
اِنفاق فی سبیل اللہ کے مقاصد
اِنفاق فی سبیل اللہ کے آداب
صفحات 72
قیمت 30 روپے

چوتھا ایڈیشن
درسِ قرآن کی تیاری
کیسے کی جائے؟
خلیل الرحمٰن چشتی
درسِ قرآن کے بنیادی اُصول
موضوعاتی اور انفرادی سورتوں کا درس
درسِ قرآن کے موضوعات
چند اُردو تفسیروں کا تعارف
صفحات 80
قیمت 40 روپے
دوسرا ایڈیشن
مُؤَثِّر اِبلاغ
مؤثر ابلاغ کے لوازمات اور مراحل
مؤثر ابلاغ کی خصوصیات
ابلاغ کو غیر مؤثر بنانے والے عوامل
ممنوعاتِ ابلاغ
صفحات 46
قیمت 30 روپے

تیسرا ایڈیشن

اِسلام میں نجات کا تصور اور عقیدۂ شفاعت

خلیل الرحمٰن چشتی

- اللہ کا قانونِ عدل وقسط
- شفاعت کے چار بنیادی اُصول
- اَعمالِ شفاعت
- اَفرادِ شفاعت

صفحات: 48 قیمت: 40 روپے

دوم ایڈیشن

سُورَۃ یٰسٓ

خلیل الرحمٰن چشتی

- عمود
- نظمِ جلی
- متن اور ترجمہ
- اہم مضامین
- دلائل
- فضائل
- بلاغت

الفوز اکیڈمی کی دیگر مطبوعات

1- قواعدِ زبان قرآن (اوّل)
2- قواعدِ زبانِ قرآن (حصہ دوم)
3- توحید اور شرک
4- رسالت
5- اسلام میں آخرت کا تصوّر
6- نماز
7- اِنفاق فی سبیل اللہ
8- درس قرآن کی تیاری کیسے کی جائے؟
9- مؤثر اِبلاغ
10- تزکیۂ نفس
11- حدیث کی اہمیت اور ضرورت
12- خلاصۃ القرآن
13- اسلامی تربیت گاہیں
14- نصاب برائے حفظ

طلبہ ، مکتبہ جات ، اور ڈسٹری بیوٹرز کے لیے خصوصی رعایت

LEADERSHIP AND THE ANNIHILATION OF NATIONS

(History, Reasons, Objectives and Methods)

Khaleel-ur-Rahman Chishti

Quran & Ahadith Education Series, Volume:30, Version:1